بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجموعۂ اقوال حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام

تالیف: محمد حکیمی

مترجم : سید مجاہد حسین عالی نقوی

تصحیح : ڈاکٹر حیدر رضا ضابط

حکیمی، محمد، ۱۳۱۷ـ

[فرازہائی ازسخنان حضرت فاطمہ زہراعلیہاالسلام. اردو]

مجموعہ اقوال فاطمہ زہراعلیہاالسلام/تالیف محمد حکیمی؛ مترجم سید مجاہد حسین عالی نقوی؛ تصحیح داکتر حیدر رضا ضابط. مشہد: بنیاد پژوہش ہای اسلامی، ۱۳۹۳

۲۲۴ص. فیپا.

ISBN; 978-964-971-792-0

۱. فاطمہ زہرا (س)، ۸؟ قبل از ہجرت ـ ۱۱ق. کلمات قصار.

الف. نقوی، سید مجاہد حسین، مترجم. ب. ضابط، حیدر رضا، ۱۹۵۸ـ م. مصحح. ج. بنیاد پژوہش ہای اسلامی. د. عنوان

۴۰۴۶۱۳۹۳ ف ۴۵ ح ۲/ ۲۷/ BP ۲۹۷/۹۷۳

کتابخانہ ملی جمہوری اسلامی ایران ۳۴۵۲۴۶۲

مجموعہ اقوال فاطمہ زہراعلیہاالسلام

محمد حکیمی

ترجمہ : سید مجاہد حسین عالی نقوی

تصحیح : ڈاکٹر حیدر رضا ضابط

طبع اول: ۱۳۹۳ش/ ۲۰۱۴م/ تعداد: ۲۰۰۰/ قیمت: ۵۵۰۰۰ ریال

چھاپ وجلد سازی: مؤسسہ چاپ وانتشارات آستان قدس رضوی

www.islamic-rf.ir info@islamic-rf.ir

حق چھاپ محفوظ

فہرست

مقدمہ	۷
خدا سے راز و نیاز	۳۱
فروغ جاودانہ پیغمبرؐ	۳۷
انسان کے ساتھ خداوند کا عہد نامہ	۴۱
بھوکوں کو کھانا کھلانا	۴۷
عدالت دلوں کا سکون	۵۱
غصب حقوق	۵۷
قرائت قرآن	۶۱
بزرگ ایثار	۶۷
روزہ کے شرائط	۷۳
خواتین کا احترام	۷۷
دانشمندوں کی ذمہ داری	۸۱

راسخ اور حقیقی شیعہ ۸۷

مجرمین کا انجام ۹۱

صلۂ رحمی ۹۷

معاشرے کی اصلاحات کی راہیں ۱۰۱

حاکمان الٰہی کی خصوصیات ۱۰۵

دعا کے اوقات ۱۰۹

سادگی اور سادہ زندگی کرنا ۱۱۳

فرمانبرداری، راز کامیابی ۱۱۷

فلسفہ امامت ۱۲۳

جاودانہ ۱۲۷

کنجوسی، بُری عادت ۱۳۱

حب رسولؐ ۱۳۵

مہاجر وانصار خواتین سے کلام ۱۳۹

روابط اجتماعی میں ضابطے ۱۴۳

افراد خانہ میں کام کی تقسیم ۱۴۷

ماں کا احترام ۱۵۱

وداع پیغمبر اکرمؐ ۱۵۵
رسم ورواج ۱۶۱
کھانے کے آداب ۱۶۵
روابط اجتماعی ۱۷۱
مزدوروں کے حقوق ۱۷۷
انقلاب کو نقصان پہنچانے والے عوامل ۱۸۳
اندرونی ونفسی عدالت ۱۸۹
دوسروں سے ہمدردی ۱۹۳
زیارت مقابر شہداء ۱۹۷
حسن کلام ۲۰۳
میانہ روی ۲۰۷
یاد موت ۲۱۳
امام مہدیؑ اور قیام عدالت ۲۱۷

مقدمہ

اِنّ فاطمه الزهرا هی أجل من أن تشیر اِلیها الأسانید و أکرم من أن تدلّ علیها السّرود، یکفیهااِطاراً کونها : ابنة محمد زوجة علیّ ، و اُمّ الحسن و الحسین ،و سیدةَ نساء العالمین(۱)

بیشک حضرت فاطمہ علیہا السلام اُس مقام سے بھی بالاتر ہیں جس کو تاریخی اسناد میں بیان کیا گیا ہے اور اُس سے بھی برتر ہیں جو کچھ سیرت کی کتابوں میں اُن کے لئے تحریر کیا گیا ہے تعریف وتوصیف وبلندی فاطمہ علیہا السلام میں یہ ہی کافی ہے کہ وہ دختر پیغمبرؐ، زوجۂ علیؑ اور مادر حسنؑ وحسینؑ اور زنان عالم کی سردار ہیں۔

سلیمان کتّانی محقق ومؤلف مسیحی لبنانی، حضرت فاطمہ علیہا السلام کی سیرت پر انعام یافتہ کتاب کے حامل (۲)

حقیقت امر بھی یہی ہے کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام جیسی خاتون کے بارے میں یہ تحریر انتہائی دقیق مطالب کے ساتھ کاغذ پر منتقل کی گئی ہے جو بہترین نگارش ہے

۱۔فاطمةالزهرا وَتَر فی غمد / ۲۹، مطبعةالنعمان، نجف اشرف

۲۔حضرت علیؑ کے بارے میں انعام یافتہ بہترین کتاب بنام ”الا مام علیؑ نبراس و متراس“

اور کیوں نہ ہو کہ جہان آفرینش میں خواتین کے درمیان اُن جیسی یا اُن کے برابر کوئی نہیں اور وہ تنہا عطائے پروردگار ہے، جو بالخصوص جہان اسلام کو عنایت کی گئی ہے اور اُس دانشور کے بیان میں یہ اضافہ کیا جائے کہ آپؑ اُس خاتون کی ماں ہیں جس کا نام زینبؑ ہے!

کیا تاریخِ انسانی نے اُن جیسی استقامت والی، شکست ناپذیر اور نہ جھکنے والی زینبؑ کے مثل کوئی دوسرا دیکھا ہے اور کیا مستقبل میں اِس طرح کی پائیدار، باصلاحیت وصلابت، ناشر پیغام حق، خاتون کو دیکھا جا سکتا ہے؟ اِس عظیم خاتون نے عظمت وفداکاری، ظلم کے خلاف مقاومت کو اپنی ماں فاطمہؑ سے سیکھا ہے۔

حضرت فاطمہ علیہا السلام کے دامن میں زینبؑ، زینب بنی اور کربلا کے پیغام کو لافانی طور پر عام کرنے کا ذمہ اپنے سر لے لیا۔

حضرت فاطمہ علیہا السلام نے مکتب محمدؐ و اسلام سے درس سیکھا ہوا تھا کہ اپنے کلمات گہربار و تعلیمات سے، آپؑ نے عالمِ بشریت کو ہدیہ وتحفہ دیا ہے۔

کم عمری اور مصائب وغم انگیز حالات کے باوجود آپؑ نے جن حقائق خالص اور اسرار الٰہی کو اپنے کردار و گفتار کے ساتھ، اپنے زمانے کے واقعات کا حقیقی تصور پیش کیا ہے اور وہ اسلامی تہذیب وآداب کا آئینہ دار ہونے کے ساتھ آج کے زمانے کے لوگوں کے لئے قابل مطالعہ وتقلید ہے۔

انتہائی رنج وحسرت کی یہ بات ہے کہ جنت کا یہ مہکتا شاداب پھول بہت جلدی بکھر گیا جیسا کہ خود پیغمبرؐ(۱) نے فرمایا ہے اگر زمانہ فرصت دیتا اور وہ عمر طبیعی گذارتیں تو اسلامی سماج بلکہ پورے عالم بشریت کے لئے نہ معلوم کتنی حکمت آمیز یادگاریں چھوڑ کر جاتیں ۔ یہ وہ درد وغم ہے جو صرف امام آخر آپؑ کے بیٹے حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کے علاوہ، دُور نہ ہوگی!

حضرت فاطمہ علیہا السلام کے متعلق کلام کرنا بہت ہی دُشوار ہے۔ فاطمہؑ ایک ایسی خاتون تھیں، جیسے اسلام چاہتا ہے۔

آپؑ کے وجود مقدس کی تصویر کشی خود پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی ہے اور اُنکو سختی ومصائب سے مقابلہ کی دقیق وعمیق انداز سے تعلیم دی اور اعلیٰ ترین اصیل ترین انسان بنایا۔ وہ مختلف جہات اور پہلوؤں سے ایک نمونہ خاتون ہیں اپنے والد محترم کے سامنے بہترین صفات والی بیٹی، شوہر کے لئے ہر لحاظ سے کامل بیوی اور اولاد کیلئے مثالی ماں، بحثیت ایک عورت کے مکمل احساس ذمہ داری کی حامل اور ہر طرح کے حالات میں استقامت وصبر کی مجسم شکل جو ہر زمانے کی عورت کے لئے بہترین مثال ہیں۔ اُن کے اعلیٰ کردار کے سامنے زنان عالم کی نگاہیں

۱۔ کشف الغمہ ۱/۴۵۹ و مسند فاطمۃ الزہراء ۱۱۲/

احترام سے جھکی ہوئی ہیں ۔ وہ علیؑ جیسے عظیم اور نابغۂ روزگار شخص کی بیوی ہیں ، جنہوں نے ہر سانس اور قدم پر اپنے شوہر کا بھرپور ساتھ دیا۔

حضرت فاطمہؑ ،پیغمبرؐ کی بیٹی ،امام علیؑ کی زوجہ(۱)اور اپنی اولاد کی عظیم ماں ہیں مگر آپؑ کی صفات وخصوصیات صرف انہی پہلوؤں کے حوالے سے محدود نہیں ہیں ،قدر ومنزلت بتانا اور محاسبہ کرنا محال ہے ۔یہ حقیقی روشنی فاطمہؑ کے وجود کے ساتھ ہے جو علت اور خواستہ گاہ اصلی ان نسبتوں سے ہے۔

آپؑ میں یہ صلاحیت واہلیت کہ ان رشتوں کی حامل قرار دی جائیں، نبی کی بیٹی، ہم سفر زندگی علیؑ اور والدۂ امام حسنؑ وحسینؑ ہوں۔ساتھ ساتھ وہ ایک ایسی خاتون ہیں، جنہوں نے ایک عورت کا مثالی کردار پیش کیا۔

مفکر بزرگ ڈاکٹر علی شریعتی اپنی بینظیر ولاجواب کتاب ''فاطمہؑ، فاطمہؑ است'' میں تحریر کرتے ہیں:

......میں نے چاہا یہ کہہ دوں کہ وہ عظیم خاتون خدیجہ کی بیٹی ہیں مگر یہ تعریف مکمل نہیں ،

.....میں نے چاہا کہوں فاطمہؑ، دختر محمدؐ ہے...میں نے دیکھا یہ فاطمہؑ کا مکمل احاطہ نہیں ہوا،

۱۔فاطمہؑ، فاطمہؑ است/۱۸۷ ڈاکٹر علی شریعتی

...میں نے چاہا ہم کہیں کہ فاطمہؑ، زوجہ علیؑ ہے...میں نے دیکھا فاطمہؑ کی شناخت کے لئے کافی نہیں ہے

.....میں چاہا ہم کہیں فاطمہؑ ، والدۂ حسنینؑ ہے.....میں نے دیکھا یہ بھی فاطمہؑ کا تعارف نہیں ہے

.....میں نے چاہا ہم کہیں فاطمہؑ والدۂ زینبؑ ہے.....میں نے پھر دیکھا، یہ فاطمہ نہیں ہے.....یہ سب ہے مگر یہ فاطمہ نہیں.....فاطمہؑ، فاطمہؑ ہے(۱)

سلیمان کتّانی تالیف نگار مسیحی اپنی کتاب کے آخر میں، جیسا کہ شروع میں تحریر کیا گیا رقم طراز ہیں ’’...وہ سیدۃ النساء العالمین ہر زمانے کی عورتوں میں ممتاز و سرفراز ہیں یعنی اس طرح کا خاندان اور نسبتیں ایسی جو کسی میں نہ ہوں اور عظمتوں کے ساتھ اپنی ذات میں ایک منفرد شخصیت کی مالک ہیں‘‘ حضرت فاطمہؑ مالکِ مقام عصمت (الانبیائی) اور ولایت الٰہی ہیں.اس وجہ سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؑ کے بارے میں خصوصی کلمات ارشاد فرمائے ہیں کہ جس کی بنا پر حقائقِ بلند، آشکار ہو جاتے ہیں۔

اس میں شک وتردید نہیں جو بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، حضرت فاطمہ علیہا السلام کے بارے میں کہا وہ مبنی بر حق وصداقت ہے۔ وہ ایک باپ

۱۔ فاطمہؑ، فاطمہؑ است/۱۸۸، ۱۸۹

ضرور ہیں مگر کوئی بات اپنی جانب سے نہیں کہتے مگر یہ کہ منشائے الٰہی نہ ہو۔ ہر طرح کا غیر مناسب کلام آپکے وجود مقدس سے دُور ہے، ہر طرح کی جانبداری، اور جذبات عمومی، ایک جانب دلبستگی، خاندانی جھکاؤ، پدری اور فرزندی محبت... یہ سب مقام عصمت پیغمبر کے شایان شان نہیں۔ آپ کا ہر قول وعمل، تنقیص سے پاک اور تعریف میں معیارِ عدل وحق ہے آپ صرف وہ کلام کرتے ہیں جس میں الوہی صداقتیں ہوتی ہیں اوراس پر وحی الٰہی کی مہر ثبت ہے جیسا کہ آیہ شریفہ میں ارشاد ہوا ''وما ینطق عن الھوی۔ان ھو الا وحی یوحی'' (۱)

وہ ہوائے نفس کی بنا پر کلام نہیں کرتے بلکہ جو کچھ وہ کہتے ہیں وحی کے علاوہ نہیں ہے۔

پیغمبر اکرمؐ جس طرح حضرت فاطمہ علیہا السلام سے مہربانہ برتاؤ کرتے تھے اس کے بارے میں آپؐ نے فرمایا : یا علیّ ! فاِنّ اللهَ قد زوّجکَ بها فِی السّماء قبل أن اُزوجکها فِی الأرض.....(۲) یا علیؑ! بیشک اللہ تعالیٰ نے تمھارا عقد فاطمہؑ کے ساتھ آسمان پر کر دیا تھا اِس سے پہلے کہ زمین پر تم رشتہ ازدواج میں منسلک ہو....

۱۔سورہ نجم ۵۳/۳و۴

۲۔عوالم ۶/۱۴۸و۱۵۰

اسی طرح ایک اور موقع پر آپؐ نے فرمایا: یہ شادی امر الٰہی کے مطابق قرار دی گئی ہے، اس میں کسی ذاتی میل و رغبت کا دخل نہیں ہے، جیسا کہ حضور اکرمؐ کا قول ہے: **اِنّ اللهَ تعالیٰ أمر نی أن اُزوّ ج فاطمه من علیّ**....(۱)

اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ فاطمہؑ کی علیؑ کے ساتھ شادی کردو۔

امام رضا علیہ السلام اپنے آباء علیہم السلام سے اور وہ امام علی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یا علیؑ! قریش میں سے بعض افراد نے فاطمہؑ کے عقد کے بارے میں مجھ سے استفسار کیا، کہتے ہیں: ہم نے آپؐ سے اس کا رشتہ طلب کیا ہے مگر آپؐ نے اس بارے میں کوئی جواب نہیں دیا اور اس کی علیؑ کے ساتھ شادی کردی؟

میں نے اُن سب کو جواب دیا: خدا کی قسم! میں نے فاطمہؑ کے بارے میں نہ تو تمھیں انکار کیا اور نہ میں نے اس کی علیؑ کے ساتھ شادی کردی بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کو تمھارے بارے میں منع کردیا اور اُس نے علیؑ کے ساتھ اُس کی شادی کروائی۔ اس بارے میں فرشتہ وحی مجھ پر نازل ہوا اور اُس نے کہا: یا محمدؐ! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اگر علیؑ کو پیدا نہ کرتا تو فاطمہؑ کے لئے کفو، شوہر اُس کی شان کے مطابق زمین پر کوئی نہ ہوتا آدمؑ سے لے کر آدم کی تمام اولاد تک (۲)

۱۔ نیز، ...

۲۔ عیون اخبار الرضاؑ ۱/۱۷۷۔ بحار الانوار ۴۳/۹۳

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس حقیقت کو قسم کیساتھ بیان کیا ہے اُن کے لئے جو محکم ایمان نہیں رکھتے اور دقیق نگاہوں سے نہیں دیکھتے اور ممکن ہے کہ سوچتے ہوں کہ یہ شادی بھی دوسروں کی طرح خاندانی رشتے ناطے اور قرابت کی بنیاد پر ہے؟ اس مقدمہ میں فاطمہ علیہا السلام کے بارے میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام میں اس کی جانب اشارہ کیا گیا ہے:

۱۔ پیغمبر اکرم صلی الله علیه وآله وسلم : ففاطمةُ حوراءُ اِنسيّة ، فاِذا أشتقت اِلى رائحةِ الجنّةِ شممت رائحة ابنتى فاطمة صلّى اللهُ عليها و علىٰ أبيها و بَعلها(۱)

فاطمہ انسانی حور ہے جب بھی میرے دل میں جنت کی خوشبو کا خیال آتا ہے تو اپنی بیٹی فاطمہؑ کو سونگھتا ہوں، اللہ کا درود اُس پر، اُس کے والد اور اُس کے شوہر پر ہو۔

۲۔ پیغمبر اکرم صلی الله علیه وآله وسلم : .....فداها أبوها فداهاأبوها فداها أبو ها ....(۲)

....تمھارا باپ تم پر فدا ہو، تمھارا باپ تم پر فدا ہو، تمھارا باپ تم پر فدا ہو...حضرت فاطمہ علیہا السلام کے پاس ایک چادر اور دست بند تھا اس کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ

۱۔ کشف الغمہ ۱/۴۵۱۔ مسند فاطمہ الزہرا ۱۲/۱۱۲۔

۲۔ بحارالانوار ۸۶/۴۳

آلہ وسلم کے پاس بھیج دیا اورعرض کیا : اس کوراہ خدامیں دے دیں۔پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ دیکھا تو تین بار کہا: تمھارا باپ تم پر قربان ہو۔

۳۔امام صادق علیہ السلام نے امام باقر علیہ السلام سے اوراُنھوں نے....پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے:**ان الله ليغضب لغضب فاطمة و يرضى لرضاها** (۱) اللہ تعالیٰ فاطمہؑ کے غضب سے غضب ناک ہوتا ہے اوراُن کی رضا سے راضی ہوتا ہے(۲)

۴۔پیغمبر اکرم صلی الله علیه وآله وسلم : لا تبكی ولا تحزنی فاِنّکِ سيدة نساء أهل الجنّة ،وأباکِ سيد الأنبياء وابن عمّکِ سيد الأوصياء ، و ابناک سيدا شباب أهل الجنّة ، ومِن صلب الحسين يخرج اللهُ الائمةالتّسعة ، مطهّرون، معصومون ، ومنها مهدیّ هذه الاُمة....(۳)

۱۔بحارالانوار۴۳/۴۴۔عوالم ۶/۵۶

۲۔حضرت فاطمہ علیہا السلام سے متعلق احادیث،اہل سنت کے محدثین نے بھی اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں:ان میں سے کنز العمال۱۲/۱۱۱، حدیث ۳۴۲۳۷و۳۴۲۳۸ ۔صحیح بخاری۴/۲۱۰، میں اس طرح روایت ہے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : فاطمة بضعة منى فمن اغضبها اغضبنى ۔ فاطمہؑ میرے تن کا ٹکڑا ہے جو بھی اُس کوغضب ناک کرتا ہے اس نے مجھے غضبناک کیا۔کتاب عمدۃ القاری میں (جلد۱۶/صفحہ۲۲۳، حدیث۳۷۱۴) اور کتاب المصنف (جلد۷/ ۲۵۶) میں بھی یہ روایت موجود ہے۔

۳۔بحارالانوار،۲۲/۵۳۶

میری بیٹی ! گریہ نہ کرو، غم نہ کرو، بیشک تم جنت کی خواتین کی سیدہ وسردار ہو تمھارے والد تمام نبیوں کے سردار ہیں ، اور تمھارے چچازاد اوصیاء کے سردار ہیں، تمھارے دو بیٹے جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور حسینؑ کے صلب سے نو طاہر و معصوم امام ہوں گے اور اس اُمت کا مہدی اُن میں سے ایک ہے۔

۵۔امام صادق علیہ السلام کی روایت میں ہے... **پیغمبر اکرم صلی الله علیه و آله وسلم : يقول لعلى ابن ابيطالب قبل موته بثلاث ،سلام عليک أبا الرّيحانتين ،اُوصيک بريحانتيّ مِن الدنيا فعن قليل ينهدّ رُكُناک والله خليفتى عليک، فلمّا قبض رسول الله ، قال علىّ: هذاأحد ركنى الّذى قال لى رسول الله ، فلمّا ماتت فاطمة قال علىّ: هذا الرّكن الثانى الذى قال رسول الله(۱)**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی موت سے تین دن پہلے علی بن ابیطالب سے فرمایا: میرے دو خوشبودار پھولوں کے والد تم پر میرا سلام ہو، تم کو اپنے دونو پھولوں کے بارے میں نصیحت کرتا ہوں ،عنقریب تمھارے دو رکن منہدم کئے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ تمھارا محافظ ہے.

جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِس دُنیا سے چلے گئے تو علی علیہ السلام

۱۔امالی شیخ صدوق ۱۱۶/۱۱۔عوالم ۲۲۰/۶۔بحارالانوار ۱۷۳/۴۳/۱۷

نے فرمایا : یہ دوارکان میں سے ایک رکن تھا ! جو پیغمبرؐ نے فرمایا تھا۔اور جب فاطمہؑ دنیا سے چلی گئیں ! تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: یہ میرا دوسرا رکن اور سہارا تھا، جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا!

٦۔ پیغمبر مصطفیٰ صلی الله علیه و آله وسلم : من عرف هذه فقد عرفها ومن لم یعرفها فهی فاطمةُ بنتُ محمدٍ ، و هی بضعة منّی ، وهی قلبی و روحی الّتی بین جنبی ، فمن آذاها فقد آذانی ومَن آذانی فقد آذی اللهَ (۱)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاطمہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: جو بھی اس کو پہچانتا ہے، پہچانتا ہے اور جو نہیں جانتا تو جان لے کہ فاطمہؑ، محمدؐ کی بیٹی ہے، میرے جسم کا ٹکڑا ہے، میرا دل اور میری روح ہے جو اس کو اذیت دے گا اس نے مجھے اذیت دی اور جو مجھے اذیت دے گا اس نے اللہ کو اذیت دی۔

۷۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : جو خاتون بھی شب و روز پانچ وقت کی نماز پڑھے اور ماہ رمضان میں روزے رکھے اور خانہ خدا کے حج کے لئے جائے اور اپنے مال کی زکوۃ دے۔شوہر کی مطیع رہے اور میرے بعد علیؑ سے محبت کرنے والی ہو (امامت کو قبول کرے)

۱۔مسند فاطمۃ الزہراء ۳۳۴/

تو میری بیٹی فاطمہؑ کی شفاعت سے، بہشت میں جائے گی۔

و اِنّھا سیدة نساء العالمین

وہ عالمین کی خواتین کی سردار ہیں۔ کہا گیا : یا رسول اللہ ! کیا یہ اپنے زمانے کی خواتین کی سردار ہیں؟ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : یہ مریمؑ بنت عمران کی خصوصیت تھی۔

امّا ابنتی فاطمة فھی سیدة نساء العالمین من الاولین والآخرین

(۱) لیکن میری بیٹی فاطمہ، تمام عالمین کی خواتین کی سید و سردار ہیں، چاہے وہ پہلے زمانے کی خواتین ہوں یا آخری زمانے کی ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنا کردار و عمل فاطمہؑ کے ساتھ خصوصی اور مثالی تھا جو آشکار کرتا ہے کہ فاطمہؑ کا اپنے والد کے نزدیک محبت کے ساتھ ساتھ بہت بلند مقام تھا جضرت صادق علیہ السلام کے قول کے مطابق آپؑ اپنے والد کے لئے ماں جیسی محبت وشفقت رکھتی تھیں : **اِنّ فاطمة کانت تکنّی اُمّ اَبیھا** (۲)

حضرت فاطمہؑ کی کنیت ''ام ابیھا'' ہے یعنی اپنے باپ کی ماں۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی کسی

۱۔ مسند فاطمة الزہراء ۱۴۷/۷۔ نہج الحیاة ۲۷۲/۲

۲۔ بحار الانوار، ۱۹/۴۳۔ عوالم ۳۷/۶

سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنے خاندان والوں سے الوداعی ملاقات فرماتے ہوئے سب سے آخر میں ، جناب زہراؑ سے وداع فرماتے اور آپؑ کے گھر سے اپنے سفر کا آغاز فرماتے اور جب آنحضرتؐ اپنے سفر سے لوٹتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہؑ کے گھر تشریف لاتے (۱)

امام صادق علیہ السلام... حضرت فاطمہ علیہا السلام سے روایت کرتے ہیں:
جب یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی'' **لا تَجعَلُوا دُعآءَ الرَّسُولِ بَینَکُم کَدُعَآءِ بَعضِکُم بَعضًا.....**'' (۲) پیغمبرؐ کو اپنے درمیان ایسے نہ پکارو جیسے کہ تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔

میں پیغمبر اکرمؐ سے ڈرتی تھی کہ آپ کو '' یاأبَہ'' اے بابا کہوں۔ پس میں نے بابا کی بجائے، یارسولؐ اللہ! کہنا شروع کر دیا تو پیغمبر اکرمؐ نے دو تین بار مجھ سے اپنے چہرے کو موڑ لیا، پھر مجھ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا : اے فاطمہؑ! یہ آیت تمھارے بارے میں نازل نہیں ہوئی اور نہ ہی تمھارے شوہر اور فرزندوں کے بارے میں، تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں، یہ آیت قریش کے مغرور اور سرکش لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے'' تم مجھ کو ''یا أبہ '' سے پکارا کرو (بابا) کہ اس صدا سے میرا دل خوش ہوتا ہے۔ اور خدا کو زیادہ خوشنود کرتا

۱۔ بحارالانوار، ۸۳/۴۳

۲۔ سورہ نور، ۶۳/۲۴

ہے(۱)

ایک اور روایت بھی قابل توجہ ہے: جب یہ آیت نازل ہوئی "وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِينَ . لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِنْهُمْ جُزْءٌ مَقْسُومٌ"(۲)

بلاتردید اُن سب کے لئے جو وعدہ گاہ ہے، وہ جہنّم ہے کہ اُس کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازہ ایک گروہ کے لئے مقرر ہے جو اُن کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔

پیغمبر اکرمؐ نے اِس آیت کے نزول پر شدت سے گریہ کیا، اصحاب بھی پیغمبرؐ کے گریہ کی وجہ سے رونے لگے، اُن سب کو معلوم نہ ہوسکا کہ فرشتہ وحی، اللہ تعالیٰ کی جانب سے کیا پیغام لایا ہے کہ پیغمبرؐ اس قدر سخت گریہ کررہے ہیں؟ اور کسی میں یہ ہمت نہ تھی کہ اس بارے میں آپؐ سے سوال کریں۔

جب بھی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غمگین و پریشان ہوتے تھے ، تو جناب فاطمہؑ کو دیکھ کر خوشحال ہو جاتے تھے۔

لہذا بعض اصحاب حضرت فاطمہ علیہا السلام کے گھر پہنچے، اُنھوں نے اندازہ

۱۔ بحارالانوار، ۴۳/۳۳۔ عوالم، ۶/۴۰

۲۔ سورہ حجر، ۱۵/۴۳و۴۴

لگایا کہ فاطمہؑ چکّی چلا رہی ہیں اور جو کا آٹا بنا رہی ہیں آپؐ تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گریہ کا حال پہنچایا! حضرت فاطمہؑ فوراً چادر (جس میں بارہ جگہ پر پیوند لگے ہوئے تھے) سر پر ڈال کر نکلیں...اور مسجد میں تشریف لے آئیں (تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رنج وغم کو دُور کر سکیں) (۱)

ایک دن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیؑ وفاطمہؑ کے گھر تشریف لائے، تو دیکھا علیؑ وفاطمہؑ چکّی چلا رہے ہیں اور آٹا تیار کر رہے ہیں۔ پیغمبر اکرمؐ نے یہ دیکھ کر پوچھا تم میں سے سے زیادہ کون تھک چکا ہے ؟ حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! فاطمہؑ زیادہ تھک چکی ہیں۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بیٹی تم آرام کرو اور خودؐ علیؑ کے پاس بیٹھ گئے اور اُن کے ساتھ آٹا پیسنے میں مشغول ہو گئے (۲)

تمام گفتاری اور عملی مثالوں سے پیغمبر اکرمؐ کا فاطمہؑ کے بارے میں رویہ اور برتاؤ ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ محض باپ بیٹی کے درمیان فطری محبت ہی تک محدود نہیں بلکہ یہ محبت بے مثل تھی وہ محبت جو مرحلہ عشق ومحبت میں بالاتر ، بلندتر، عاشقانہ اور شیدائی....تھی (۳)

۱۔ بحار الانوار، ۴۳/۸۷، ۸۸

۲۔ عوالم، ۱۱۰/۶

۳۔ فاطمۃ الزہراء وتر فی غمد/۴۸، سلیمان کتانی مسیحی

امام علی علیہ السلام بھی اپنی بیوی فاطمہؑ کی اعلیٰ صفات کو دوست رکھتے تھے اور اُن کے مقام ومنزلت کو جانتے تھے جیسا کہ متعدد مقامات پر اُن کے بیانات سے واضح ہوتا ہے۔

ا۔معاویہ کو لکھے ہوئے اپنے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں...پیغمبر اکرمؐ ہم میں سے ہیں اور تم میں سے کذب گفتار (ابوجہل)۔اسدؓ اللہ (حمزہؓ) ہم میں سے ہیں۔جاہلانہ قسمیں والا اسد تم میں سے ہے۔دُنیا کی خواتین میں بہترین خاتون ہم میں سے ہے۔اور تم میں سے ہے حمالۃ الحطب (زوجۂ ابولہب)....(۱)

۲۔حضرت علی علیہ السلام سے، جناب زہرؑا کی شادی کے دوسرے روز پیغمبر اکرمؐ نے علیؑ سے پوچھا: اپنی بیوی کو کیسا پایا؟ حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: **نعم العون علی طاعۃ اللّٰہ**۔وہ راہ خدا کے سفر میں بہترین ساتھی ہیں۔

جب حضرت فاطمہ علیہا السلام سے پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: **خیر بعل**، بہترین شوہر ہے۔پس پیغمبر اکرمؐ نے شادی شدہ جوڑے کو دعائیں دیں (۲)

ایسی خوبیوں کی حامل اور مقامِ بلند وبالا، عصمت وطہارت پر فائز خاتون اور یہ مقام جو کہ مخصوص ہے ہادیان برحق اور سفیران الٰہی سے، اگر پیغمبر اسلام اس کے والد اور شیدا ہیں تو تعجب کی گنجائش نہیں ہے۔

ا۔نہج البلاغہ،۸۹۴،مراسلہ ۲۸

۲۔عوالم،۱۵۴/۶

بقول سلیمان کتانی..... و اِنّھا اُمّ لِاَشرفِ نَسَب۔اور وہ اگر، جو شریف ترین نسب اور خاندان و نسل کی ماں بنے تو اُس کے لئے زیبا ہے(۱)

حضرت فاطمہ علیہا السلام نے رسول اکرمؐ کے بعد دینِ اسلام کو حیات بخشنے میں اپنا کردار ادا کیا اور اسلام دوبارہ بھی، اُنہی کی اولاد کے ذریعے سے کرہ ارض پر حیات نو حاصل کرے گا۔

فاطمہ زہرا علیہا السلام کو اُس ذمہ داری کا پوری طرح احساس تھا جو اُن پر عائد تھی لہذا اس پر پوری توجہ رکھی، اُنہیں اِس کا کامل ادراک تھا کہ کن بھاری امانتوں اور ذمہ داریوں کی بنیاد پر وہ اُم الآئمہ قرار دی گئی ہیں(۲)

صدیوں قبل امت کی رہبری و رہنمائی کے حوالے سے انہیں منتخب کرلیا گیا تھا اور یہ سلسلہ اُن کی طاہر نسل میں جاری و ساری رہا جس کے زندہ آثار میں سے سلسلہ فاطمی جامعہ الازہرا نہی کی یادگاریں ہیں(۳)

اس مرحلے پر یہ بات قابل غور ہے کہ وہ خواتین جنہیں نمونہ عمل قرار دیا گیا ہے اور جس کی جانب قرآن مجید میں جیسے حضرت مریم علیہا السلام اور پھر سردار زنان جہان جناب سیدہ علیہا السلام، اُنہیں اعلیٰ ترین انسانی صفات وخواص کا حامل قرار دیا گیا۔

۱۔فاطمۃ الزہراء وتر فی غمد/۳۸و۱۴۶۔ ۲۔نیز

۳۔فاطمہ زہرا زہی درنیام/۵۷

ہر عہد کی مسلمان خواتین کو جناب زہرا علیہا السلام کی ذات پر فخر کرنا چاہئے. وہ دیکھیں کہ جناب زہرا علیہا السلام کے کردار میں کہیں احساس کمتری موجود نہیں کہ وہ صنف نازک ہیں ۔ اُنہیں نے مختصر سے دور حیات میں جب بھی ضرورت محسوس ہوئی اپنے اوپر عاید ہونے والی ذمہ داریوں کو بہترین طریقے سے انجام دیا۔

اُن کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے آج بھی زنان عالم شخصیت و کردار کے اعلیٰ ترین مدارج پر فائز ہوسکتی ہیں ۔ جناب سیدّہ نے ایک عورت ہوتے ہوئے ثابت کیا کہ وہ ایک خاکی پیکر میں اس مرتبہ اعلیٰ پر فائز ہیں جو کسی بھی انسان کی معراج ہوسکتی ہے۔

وہ خواتین جو ترقی کے اعلیٰ مدارج طے کرنے کیلئے مختلف شعبہ ہائے حیات میں مردوں کی جانب دیکھتی ہیں اور پھر بہ خیال خام یہ طے کر لیتی ہیں کہ بحیثیت ایک عورت کے، اُن کے لئے ترقی ممکن نہیں، یہ سوچ کر وہ اپنی ذمہ داریوں سے فرار حاصل کر لیتی ہیں۔اُن کے اندر کاہلی اور سستی آجاتی ہے ۔ یہ درست نہیں کیونکہ اُنہیں نہ تو احساس کمتری و حقارت کرنا چاہئے اور نہ ہی عورت ہونے کو بہانہ بنانا چاہئے۔

بحیثیت ایک عورت کے اُن کا اس کارگاہ حیات میں مؤثر کردار ہے جسے اگر

وہ چاہیں تو بھر پور طریقے سے نبھا سکتی ہیں۔ ماں کا کردار، بچوں کی تربیت، خانہ داری اور بہت سی ذمہ داریاں پوری توجہ اور تندھی سے ادا کر کے وہ مردوں سے بہتر مدارکِ زندگی حاصل کر سکتی ہیں۔

ہم کتاب خدا میں دیکھتے ہیں کہ اُس میں مثالی اور بلند و بالا مردوں کے نام لئے گئے ہیں اُن کے کردار اور کارناموں کی بھی تصویر کشی کی گئی ہے اور اُن کے کاموں کی بھی تعریف کی گئی ہے۔

ایسے ہی مثالی اور برتر خواتین کا بھی نام لیا گیا ہے اور اُن کے کارناموں کے بعض گوشوں کی توصیف و تعریف کی گئی ہے۔

اس مقدمہ کی آخری سطور میں ہم دردمندانہ انداز سے کہہ رہے ہیں، ہمارے معاشرے کی بعض خواتین نے، مغربی معاشرے کی طرف آنکھیں لگا رکھی ہیں، اُنہیں چاہیے کہ اپنے آپ کو ٹٹولیں۔ غور و فکر سے کام لیں۔ جستجوئے ذات کریں دوست و دشمن میں فرق رکھیں۔ کچھ گروہ اور طبقات ہیں جو ہمیں اندرونی طور پر کھوکھلا کر دینا چاہتے ہیں۔ وہ ہماری معنویت کو ہم سے چھین لینا چاہتے ہیں۔ ہمارے جوانوں کو بے راہ رو کر دینا چاہتے ہیں، دینی روح کو ہمارے اندر سے نکال کر ہمیں انسانی مشین میں تبدیل کر دینا چاہتے ہیں اور اس کام کے لئے اپنے تمام وسائل کو بروئے کار لا رہے ہیں۔ ہمارے مراکز کو نابود اور غارت

کرنے کے لئے تلے ہوئے ہیں، اُن سے منہ موڑ لیں ، اور دشمن کے فریب کارانہ نسخہ کے نیرنگ کو شفا بخش نہ جانیں(۱) اُن بشریت دشمنوں کی تبلیغات کو کوئی بھی اہمیت نہ دیں اور تعلیمات محمدیؐ و علویؑ و فاطمیؑ کی جانب پلٹ آئیں۔

خواتین حضرت خدیجہ و فاطمہ اور زینب علیھن السلام کو مشعل راہ بنائیں تا کہ خوش بختی اِس دُنیا میں اور سعادت اور جاودانی دوسری زندگی میں حاصل کر سکیں۔

ایک اور قابل توجہ نکتہ، بہت ہی افسوس سے کہنا پڑتا ہے، جب کہ ہمارا دین معنویت، تہذیب وثقافت کے لحاظ سے غنی تر ہے ، اس کے باوجود مسلمان معاشروں میں اُس سے اُنس وآشنائی بہت کم ہے،

ہمیں اس مرحلے پر چاہئے ایک جائزہ لیں اور دیکھیں کہ ہم سب اور خاص طور سے ہماری جوان نسل کس حد تک رہبران دینی اور ہادیان حق سے آشنا ہے اسلام سے وہ کس درجہ واقف ہیں. نہج البلاغہ اور صحیفہ سجادیہ کا کتنا مطالعہ کیا ہے اور انبیاء وآئمہ علیہم السلام کی سیرت وکردار پر کتنی نظر ہے۔

افسوس کیساتھ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ دین کی شناخت، عہد حاضر میں اسلامی نظریات سے آشنائی اور احکام دینی کے اطلاق کے بارے میں ہماری سطح پست ترین درجہ پر ہے۔

۱۔ اس کی ایک واضح مثال ایٹمی انرجی کا مسئلہ ہے جسے بہانہ بنا کر مسلسل شور وغوغا کر رکھا ہے۔ یہ لمحۂ فکریہ ہے اُن حضرات کے لئے جو غرب کے دلدادہ ہیں، خواہ وہ عام افراد ہوں یا صاحبان علم وفکر، اُنکی آنکھیں کھل جانا چاہئیں؟!

غیر اسلامی مختلف تبلیغات جس کے لئے وہ تمام جدید طریقوں کو بروئے کار لا رہے ہیں بہت مؤثر ہیں۔ بعض جوانوں کا کردار، چاہے اُن میں لڑکے ہوں یا لڑکیاں، غیر مناسب کیوں؟ طلاق کی کثرت، خاندانوں میں اختلاف، یہ سب کیوں؟ اس کی وجہ کیا ہے؟ یہ سب بے خبری؟ زندگی گذارنے کے اصولوں سے ناواقفیت کیوں؟! ہمارے آئمہ طاہرینؑ نے فرمایا: اگر لوگ ہماری باتوں کو سمجھ لیں تو انہیں معلوم ہو جائے کہ وہ کتنی حقیقت پر مبنی اور دلنشیں ہیں اور وہ اُن کی پیروی کرنے لگ جائیں (۱)

کیا کوئی راہ و روش موجود ہے کہ نسل انسانی، ہمارے فرہنگ و ادب اور اسلام سے آشنا ہو جائے اور اگر معصومین علیہم السلام کی تعلیمات، خاندانوں کی زندگی کے نظام میں شامل ہو جائے، بلا تردید کامیاب زندگی گذارنے کے بہت سے نسخے موجود ہیں مگر اُن کی جانب بہت کم توجہ دی جاتی ہے !

ہماری مذہبی محفلیں اور مجلسیں، عوامی اجتماعات اور اخبارات و دیگر ذرائع کس حد تک اُن کے تقاضوں کو سمجھ کر اُنہیں معاشرے کو فراہم کر رہے ہیں؟ کچھ تقاریر، مذاکرات، گول میز کانفرنسیں، جو پُر مغز اور قرآنی اور حدیثی حقائق سے سرشار ہوں، موجود ہیں؟

۱۔ سخن رانی امام ابوالحسن الرضا علیہ السلام، معانی الاخبار، ۱۷۶/۱

کیا ہم کوئی تجزیہ، تحلیلِ دُرست و منطقی اپنے دین کے بارے میں اپنی تہذیب سے متعلق یا ایرانی ہونے کے سلسلے میں کر رہے ہیں کہ اُس کو نسل حاضر، دوست و دشمن کو خوب پہچان سکے، اور نقلی چہروں کو چاک کر دے اور غرب کے خونخوار قوم پرست اور استحصالی ہتھکنڈوں سے مسلمان جوانوں اور ایرانیوں کو متنبہ کرے کہ اُن سے بچنے کی کوشش کریں اور اُن کے دام فریب میں نہ آئیں؟

بہت سی مجالس اور مذہبی اجتماعات، مدح خوانی سے شروع ہوتے ہیں ، جو شاعرانہ تخیلات اور تحریکِ احساسات سے آگے نہیں جاتے؟ نوجوانوں کا ذہن ایک سادہ کاپی یا صاف تختی کی مانند ہوتا ہے ، جس پر کوئی بھی نقش بنایا جاسکتا ہے۔

انسان کی ذات کی تعمیر اُس کی عقل سے ہوتی ہے۔ امام علی علیہ السلام نے فرمایا : **الانسان بعقله** (۱)

انسان اپنی عقل کے مطابق انسان ہے اگر عقل کی روشنی میں راستہ طے کرنا چاہا تو ہر چیز ٹھیک راستے پر چلتی رہے گی اور دست و زبان و چشم و گوش دُرست راستہ اپنے سامنے رکھیں گے ورنہ اندھیر نگری ہوگی جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں!

عقل کو پر ثمر بنانے کیلئے بہت سی اصولی، بنیادی راہیں موجود ہیں اُن میں ایک

۱۔الحیاۃ ۱/۷۸

کتاب کا مطالعہ کرنا ہے۔

وہ جو ہمیشہ نمائشوں اور اجتماعات کے مہیا کرنے میں بہت زیادہ خرچ کرتے رہتے ہیں کیا وہ یہ بھی ادراک کرتے ہیں اگر وہ اِن جگہوں پر بہت زیادہ خرچ کرنے کی بجائے وہ کتابیں جو کہ روزمرہ اور حاضر واقعات کو بیان کریں اُن کو نشر کریں اور زیادہ مضامین کے ساتھ زیادہ تعداد میں معاشرے میں کتابیں تقسیم کریں اور بعض کتابوں کو، سی دی پر اُتاریں تا کہ کیمپیوٹر سے بھی استفادہ کیا جا سکے۔ ہاتھوں ہاتھ پہنچانے کا یہ سستا طریقہ ہے اور یقیناً حیرت ناک حد تک یہ تاثیر گذار ہے۔ یہ اجتماعی بیماریوں کا مداوہ کر سکتا ہے۔

اس بات پر سب کو یقین ہے کہ ہر موضوع پر پہلا لازمی کام علمی ہونا چاہئے لیکن کون سا اور کس طرح، اُس کو اکثر نہیں جانتے اور وہ شور شرابے، نمائشوں اور اجتماعات کو علمی کام جانتے ہیں۔

آجکل گرانی نے ہماری ملت کو جکڑ رکھا ہے اور بعض سہولتوں کے حذف ہونے سے یہ گرانی بلندیوں کو چھو رہی ہے۔ کم درآمد یا متوسط آمدنی والے اس ابتلا میں زیادہ مبتلا ہیں ، اس لئے ان تمام مسائل کے ہوتے ہوئے کتاب کیسے حاصل کریں! یہ معاشی دباؤ اور روزافزوں مہنگائی، کیا اُمید کی جا سکتی ہے کہ کتاب بھی ہمارے گھر میں جگہ حاصل کرے گی؟ کیا یہی منصفانہ نظام ہے؟

آئیں اب ہم بوستانِ حکمتِ فاطمی سے فائدہ حاصل کریں اور اُس کی نسیم، دل انگیز سے، دل و جان کو طراوت بخشیں آخر میں قلم کو خداوند کے اِس قول سے زیبائی دیں " **اِنْ اُرِیدُ اِلَّا الْاِصْلاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیقِی اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَیهِ تَوَکَّلْتُ وَ اِلَیهِ اُنِیبُ** "

تنہا اور ناتوانی کے باوجود، اصلاح کی فکر کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے توفیق کا طلب گار ہوں اُس پر توکل کرتا ہوں اور اُس کی جانب لوٹ جاؤں گا۔

محمد حکیمی

مشہد الرضا ۱۳۸۹/۳/۷

۱۔ خدا سے راز و نیاز

حضرت فاطمه علیها السلام: .....اللّٰهم بِعِلْمِکَ الْغَیْبِ وَ قُدْرَتِک َالْخَلقِ اَحْینی ما عَلِمتَ الحَیاۃَ خَیراً لِی ، و تَوَفَّنی اِذا کا نَتِ الْوَفاۃُ خَیراً لِی ، اَللّٰهم اِنِّی اَسئَلُکَ کَلمَۃَ الْاِخْلاصِ، و خَشیَتَکَ فِی الرِّضٰی و الْغَضَبِ..... و اَسئَلُکَ نَعیماً لا یَنفَد، و اَسئَلُکَ قُرَّۃَ عَینٍ لا تَنقَطِع ، واَسئَلُکَ الرِّضٰی بِا لقَضاء ، و اَسئَلُکَ بَردَ العَیشِ بَعدَ الْمَوتِ ، و اَسئَلُکَ النَّظَرَ اِلٰی وَجهِک والشَّوقَ اِلٰی لِقائِک.....اَللّٰهم زَیِّناً بِزِینَۃِالْاِیمَان ، وَاجْعَلْنا هُداۃً مَهدِ یّین ، یا رَبَّ العالَمین (۱)

حضرت فاطمہ علیہا السلام بارگاہ الٰہی میں مناجات کرتے ہوئے:.... یا اللہ! تجھے تیرے علمِ غیب کا واسطہ ہے اور اس قدرت کا جو تو اپنی مخلوق پر رکھتا ہے، مجھے اُس وقت تک زندگی دے جو تیرے علم کے مطابق میرے لئے سُودمند ہو اور

۱۔ بحارالانوار ۲۲۵/۹۴

اُس موت کو بھیج جو میرے لئے بہتر ہو. خدایا! قول وعمل میں اخلاص عطا کر دے رضا اور غضب میں تجھ سے ڈرتی ہوں۔ میں تجھ سے نہ ختم ہونے والی نعمتوں کی طالب ہوں اور تجھ سے آنکھوں کی پائیدار روشنی چاہتی ہوں۔ میرے لئے قضا وقدر قرار دے جس سے تو راضی ہو ۔موت کے بعد کی اچھی زندگی کا سوال کرتی ہوں، مجھے توفیق دے کہ میری تمام توجہ تیری جانب رہے۔ یاالٰہی! ہمیں زینت ایمان سے مزیّن کر دے۔ یااللہ! ہمیں ہدایت یافتہ رہنما قرار دے ، یارب العالمین!

دعائیں اور مناجات، مکتب تشیّع میں وسیع علوم کی حامل، درس پر مبنی ہیں۔ یہ بندے کو اپنے خالق و مالک سے راز و نیاز کرنے کا اَدب اور سلیقہ سکھاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کیسے پکارے اُس سے کس طرح طلب کیا جائے اور کیا طلب کرے۔

انسان کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے اپنے خالق کی معرفت حاصل کرے اور تمام چیزوں کو اُس ذات باری تعالیٰ کی طرف سے جانے اور ہر حاجت اُس سے طلب کرے، چاہے وہ مادی ہو یا معنوی یا آخرت کے لئے ہو۔

اللہ تعالیٰ سے طلب کرنے اور دُعا کرنے کے آداب وشرائط ہیں اور یہ ضروری ہے کہ اُس کو اُن کی حدودِ معین میں انجام دیا جائے ۔خصوصی الفاظ اور جملے اُس کام میں لائے جائیں۔

اور اسی طرح جو طلب کیا جا رہا ہے ضروری ہے کہ وہ معقول و منطقی ہو اور جو اس کے حق میں بہتر ہو۔ بہتر اور شائستہ یہ ہے کہ معصومین علیہم السلام کی تعلیم کردہ دعاؤں ہی کا سہارا لیا جائے اور غور کیا جائے کہ اُنہوں نے کس طریقہ سے اللہ تعالیٰ سے مانگا ہے اور کیا کیا مانگا ہے یہ سب چیزیں مختلف دعاؤں کے الفاظ میں ہم کو سیکھائی گئی ہیں۔ ان چند جملوں میں جو حضرت فاطمہ علیہا السلام کی دُعا میں سے ہے، اُس سے وہ طلب کیا جائے جو جاودانی اور سعادت بخش ہو۔ اور اِس دُعا میں انسان کو بتایا گیا ہے کہ زندگی کے مقاصد اور حیات برتر اور جاودانی کے لئے ضروری ہے کہ خداوند سے اس طرح سے راز و نیاز کرے، جیسا اس دُعا سے واضح ہوتا ہے اور اِن حاجتوں کو ضروری جانے اور اُنکو اللہ تعالیٰ سے طلب کرے۔ خالق کائنات سے خلوص سے عمل انجام دیئے جانے کی توفیق طلب کریں اور ہر حالت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں، چاہے آسودگی ہو یا پریشانی، خوشحالی ہو یا حالت غم و غصہ ہو، اِن حالات میں اکثر لوگ اپنے ہوش و حواس گنوا دیتے ہیں اور نہ چاہنے کے باوجود ہر وہ کام انجام دے دیتے ہیں کہ جن کے نتائج نقصان دہ ہوتے ہیں ۔ انسان کو اس حالت میں سب سے زیادہ روکنے والا اور جس سے خوف کیا جائے، وہ تمام قوت والا خدا ہے۔ ہر کام کا قصد اور ارادہ اُس کی یاد اور تذکرے سے دُرست ہو سکتا ہے، آتش غضب کو ٹھنڈا کیا جا سکتا ہے اور ہر بے جا

اقدام اور تباہی سے، وہ رُک سکتا ہے۔

اس کے بعد والے حصہ میں ایک اور بڑی حقیقت کی تعلیم دی جا رہی ہے کہ انسان لازمی طور پر زندگی میں پائیدار اور لازوال نعمتوں کی جستجو کرے ۔ ہم انسانوں کے لئے یہ دُنیا فانی اور پل سے گذرنے کی مانند ہے لہذا فانی اور ختم ہو جانے والی چیزوں کی بجائے باقی رہنے والی نعمتیں طلب کی جائیں۔

سامان وسرمایہ وہ مفید ہے جو خدا کی راہ میں خرچ کیا جائے، تو پھر اِس نعمت سے اللہ کی قربت اور معرفت پیدا ہو جائے گی جو درمیان سے جانے والی نہیں ہے۔ اگر ایسی نیت ہو تو تمام دُنیاوی نعمتیں اور فانی چیزیں، یادگار اور پائیدار بن جائیں گی۔

اِس دُعا کے ایک اور حصہ میں اہم ترین اصول بیان کیا گیا ہے وہ یہ کہ انسان دُنیاوی زندگی میں یہ فکر رکھے کہ موت کے بعد کی زندگی ہونا چاہیئے، موت کو فنا کا پیغام نہ جانے بلکہ اُسکو جاودانی زندگی کا دروازہ سمجھے۔ اس دُعا میں اس حقیقت کو اُجاگر کیا گیا ہے کہ انسان دُنیا میں اللہ تعالیٰ سے مرنے کے بعد بہترین زندگی کا آرزومند رہے..... یہ بھی اِس دُعا میں سمجھایا گیا ہے کہ موت درحقیقت خداوند سے ملاقات کا بہترین وسیلہ ہے اور اُس ذات مقدس کے نور کا دیدار کرنا ہے۔
اس لئے ضروری ہے کہ اپنی دعاؤں میں اللہ تعالیٰ سے طلب کرے کہ قرب الٰہی

کا شوق و جذبہ اُس کے دل میں پیدا کرے تا کہ مرگ کی وحشت کو، صورتِ زیبا میں تبدیل کر دے اور جو موت سے خوف و ہراس ہے، اُس سے دل نہ ڈرے ، اور یہ راہِ دُشوار آئندہ زندگی کے لئے ایک آسان اور سرسبز راستے میں تبدیل ہو جائے۔

۲۔فروغ جاودانہ پیغمبرؐ

حضرت فاطمه علیها السلام : اِبُتَعَثَه اِتمَاماً لِاَمُرِه ، وعَزِیمَةً عَلٰی اِمضا ءِ حُکمِه ، واِنفاذاًلِمقادِیرِ حَتمِه ، فرَاَی الاُمَمَ فِرَقاً فِی اَدیانِهَا ،عَکَّفاً عَلٰی نِیرَانِها ، عابِدةً لِأوثَانِها ،مُنکِرَةً لِلّٰهِ مَعَ عِرفَانِها فَأنارَ اللّٰه ُبِمحمّدٍ ظُلَمَها ، و کَشَف عن القُلوبِ بُهَمَها ، و جَلّٰی عن الأبصارِ غُمَمَها ،وقامَ فِی النّاسِ بالهِداية ،فأنُقَذَهُم مِن الغِوایَة و بَصَّرَهُم مِن العَمَایَة وَ هَداهُم اِلی الدِّینِ القَوِیم ، و دَعا هُم اِلَی الطَّرِیقِ الُمُستَقِیم (۱)

جناب سیدّہ مقصد بعثت رسالتمآبؐ بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:...خداوند نے اُن (محمدؐ) کو ارسال کیا تا کہ اپنے اَمر کو کمال تک پہنچائے اور اُس کے آخری وحتمی دستور کو نافذ کردے اور قانون الٰہی کا اجرا کر دیا جائے ۔ پیغمبرؐ نے دیکھا ملتیں جدا جدا دین کی پیرو کار ہیں اور ہر کوئی اپنی جلائی ہوئی آگ کے آستانے پر

۱۔نہج الحیاۃ ۱۰۳/

ہے اور اپنے سر کو جھکائے ہوئے ہے اور اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بتوں کی عبادت کر رہے ہیں۔ خدا کا جانتے بوجھتے انکار کر رہے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے میرے والد محترم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ذریعے تاریکیوں کو روشنی میں تبدیل کیا اور دلوں کی سیاہی کو دُور کیا اور آنکھوں پر پڑے ہوئے پردے ہٹائے اور حضورؐ لوگوں کے درمیان اُنکی ہدایت کے لئے مستعد ہو گئے اور اُنکو گمراہی سے نجات دلائی اور اَندھے پن (دل کا اَندھا) کا علاج کر دیا اور محکم دین کی جانب راہنمائی کی اور راہ راست کی جانب ہدایت فرمائی.....

عالی رتبہ حضرت فاطمہ علیہا السلام اپنے بیان کے اِس حصے میں پیغمبر عظیم الشان کے آفاقی پیغام کے ابلاغ کے سلسلے میں اُنکی زحمتوں اور کوششوں کا تذکرہ کرتی ہیں۔ محدود الفاظ میں بیشتر مطالب کو بیان کرنا یہ سیدّہ کی اعجاز بیانی ہے۔ جس کے ذریعے وہ رسالت کا بے مثال تعارف کرا رہی ہیں: مختلف گروہ عقیدتی اختلافات میں اُلجھے ہوئے تھے، خود ساختہ خداؤں کی عبادت میں مشغول تھے، اور حقیقی خدا کا انکار کر رہے تھے۔ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائے اور ہر طرح کی تاریکی وشک وابہام اور ذہنی پراگندگی کو دُور کر دیا، حقیقی وواضح اور روشن راستہ کی جانب اُن کی راہنمائی فرمائی اور لوگوں کو جھوٹ وفریب اور بت پرستی سے آزادی دلائی اور عقل ومنطق کے لئے قابل قبول دین، اُن کے لئے

لے کر آئے۔ بشریت کے لئے سیر تکامل کے راستوں کواُن پر ظاہر کیا۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دستور العمل مرتب کر کے دیا جس پر عمل کر کے مردہ دل انسانوں کے اندر نئی حیات کی روح پھونک دی گئی بالخصوص خواتین نے محرومیت اور انتہائی پستی کے بعد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں اپنا صحیح مقام حاصل کر لیا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس وقت مبعوث ہوئے، جب ایران وروم کے بادشاہ دوسرے علاقوں کے باسیوں کو اپنا غلام بنا رہے تھے اور اُن کو غلام بنا کر اُن سے ہر طرح کی مشقت لی جاتی تھی۔ اپنے لئے عالیشان محل اُن کی محنت شاقہ سے تعمیر کراتے اور اس کے باوجود اُن کے لئے کسی حق کے قائل نہ تھے!

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے اور استثمار شدہ اور بے گناہ انسانوں کو اُن جابروں اور سرکش مردم آزاروں سے نجات دلائی۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جکڑے ہوئے لوگوں کو، خود ساختہ دین اور اُن مراکز سے جو تاریکی اور خرافات پھیلانے والے تھے، نجات دلائی۔

مسلسل جدوجہد سے اوہام وخرافات سے لوگوں کو نکال کر اُنہیں حق اور سچائی کے راستے پر ڈال دیا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجتماعی زندگی میں ہر طرح کے امتیازات

بالخصوص خاندانی، قبائلی یا مال و منصب کی بنیاد پر فرق کو مٹا کر مساواتِ انسانی کو اُجاگر کیا۔ یہ وہ مسائل ہیں جن میں آج بھی دُنیا کا بہت بڑا حصّہ گرفتار ہے۔

کہیں رنگ و نسل کہیں طاقت و اسلحہ کی بنیاد پر، انسانی حقوق کا استحصال کیا جا رہا ہے۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتہائی سادگی سے زندگی گذاری آپ ؐ کا رہن سہن معاشرے کے پست ترین افراد کے معیار کے مطابق تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے اور غلط اور باطل افکار کے خلاف جنگ شروع کی، ہر کچلے ہوئے طبقے کی حمایت میں جنگ لڑی ، خاص طور سے عورتوں کو حقارت و ذلت کی بے رحمانہ زندگی سے آزاد کرایا۔ پیغمبر بزرگ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سابقہ ادیان الٰہی میں کی جانے والی تحریفات کو دُور کیا. بدعتوں اور باطل نظریات کی بیخ کنی کی اور انبیاء ماسبق کیساتھ جو نا روا داستانیں وابستہ کر دگئی تھیں اُنھیں محو کر کے اُن کو وہ مقام دوبارہ دلوایا جس کے وہ مستحق تھے اور اسطرح آپکا احسان ماضی اور مستقبل دونوں پر محیط ہے جناب زہرا علیہا السلام نے مسجد النبی میں مہاجرین و انصار کے درمیان جو خطبہ میں دیا، اس میں پھر رسالتمآب ؐ کی زحمتوں اور کارناموں پر روشنی ڈالی۔

۳۔انسان کے ساتھ خداوند کا عہد نامہ

حضرت فاطمه علیها السلام : لِلّٰهِ فِیکُمْ عَهْدٌ قَدَّ مَه اِلَیکم ، وَ بَقِیَّةُ اسْتَخْلَفَهَا عَلَیکُم ، کِتابُ اللّٰهِ ،بَیِّنَةٌ بَصائِرُه وآی مُنکَشِفَةٌ سَرائِرُه ، و بُرهانٌ مُتَجلِّیَةٌ ظَوَاهِرُه ، مُدِیمٌ لِلبَرِیّةِ اسْتِماعُه ،وقائدٌ اِلَی الرِّضْوان اتِّباعُه ،مُؤَ دٍّ اِلَی النَّجاةِ اشْیاعُه.....(۱)

حضرت فاطمہ علیہا السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا انسانوں سے ایک عہد ہے جو اس نے ایک کتاب کی صورت میں تمھارے لئے بھیج دیا ہے تاکہ تمھارے پاس باقی رہے۔ یہ باقی رہنے والی کتاب یعنی قرآن مجید سیکھنے والوں کے لئے نصیحت آموز کلمات کی حامل ہے. روشن اور واضح اِس میں دلائل اور براہان ہیں یہ دعوت عمل دیتی ہے اور رضائے الٰہی کے حصول کا اعلیٰ ترین نصاب ہے.....

اپنے کلام کو جاری رکھتے ہوئے حضرت فاطمہ علیہا السلام،قرآن کریم کی چند خصوصیات کی طرف اشارہ کرتی ہیں:

۱۔الحیاۃ ۱۱۶/۲۔علل الشرائع ۲۴۸/

۱۔قرآن کریم ایک عہد و پیمان، خداوند ہے(جواُس نے انسانوں کے ساتھ اپنے رسولؐ کےتوسط کیا ہے)

۲۔قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی رہنے والی کتاب ہے جوانسانی معاشرے کے لئے ہے۔

۳۔اس کتاب کے حقائق، آشکاراور روشن ہیں۔

۴۔اس کا مسلسل مطالعہ اور تلاوت،قلبی لگاؤ کے ساتھ زندگی میں انقلاب بر پا کرسکتا ہے،اُس کے ذریعہ زندگی بنانا ہے۔

۵۔اُس کی پیروی سے نجات حاصل ہوتی ہے۔

سب سے اہم بات جو جناب سیدّہ نے اس مرحلے پر فرمائی، وہ کتاب خدا کو ''عہد و پیمان'' قرار دیتی ہے.عہد یا وعدہ کی پاسداری لازم وضروری ہے.اسلام میں اس کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے اور یہ ایک دیندار اور مومن کی علامتوں میں سے ہے۔

پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **لا دین لمن لا عهد له** (۱)

جوعہد کا پابندنہیں وہ دیندارنہیں ہے۔

وہ معاشرہ امن وسلامتی کا حامل ہوگا جس میں عمومی اور خصوصی سطح پر لوگ

۱۔میزان الحکمۃ، ۴۱۰۲/۹

ایفائے عہد اور وعدوں یا قراردادوں پر ٹھیک سے عملدرآمد کریں گے اور اگر قول وقرار کی پابندی ختم ہو جائے گی تو پھر آپس میں اعتبار و اعتماد کا رشتہ ٹوٹ جائے گا جو پورے سماجی ڈھانچے کے بکھر جانے کا باعث ہوگا۔ پس لازم ہے کہ بلا استثنٰی عہد و پیمان کی پابندی کریں۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: **ثلاث لم يجعل الله عز وجل لاحد فيهنّ رخصة .... الوفاء بالعهد للبرّ والفاجِر**(۱)

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: تین چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے کسی کو بھی مخالفت کی اجازت نہیں دی..... نیک آدمی ہو یا فاجر اس سے وفاء عہد کرنا۔ اگرچہ ہر عہد و پیمان اہمیت کا حامل ہے اور وفا کرنا ضروری ہے۔ لیکن ہر عہد و پیمان کی اہمیت اس لحاظ سے اور متعین ہوتی کہ کس سے معاہدہ کیا جا رہا ہے، اس وجہ سے خلق خدا سے عہد کی پابندی کرنا بہت ضروری ہے لیکن اگر یہی عہد و پیماں، خدا سے ہو تو انسان کا وفا کرنا لازم ترین وظیفہ شمار ہوگا۔ اگر گہری نگاہوں سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہر عہد و پیمان اور قول و قرار میں پیش نگاہ یہی رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہ قول دیا جا رہا ہے لہذا بندوں سے کیا جانے والا عہد بھی دراصل اتنا ہی اہم ہے جتنا خالق سے کیونکہ وہ سب سے بڑا ناظر و گواہ ہے۔

۱۔ کافی، ۱۶۲/۲

اس تمام بحث سے اندازہ ہوجانا چاہئے کہ جناب سیدہؑ نے جب وعدہ خداوندی کی بات فرمائی تو وہ کس قدر گہری اور بامعنی ہے یعنی قرآن کریم جو عہد نامہ ہے اس پر عمل درآمد ہر بندہ مخلص پر واجب ولازم ہے اور ہر آیت پر غور وفکر کر کے ایفائے عہد کرنا چاہئے۔

دوسری خصوصیت قرآن مجید کے لئے، جو حضرت زہرا علیہا السلام کے خطبہ میں موجود ہے، وہ یہ ہے کہ قرآن کریم ہمیشہ باقی رہنے کے لئے ہے، یہ حقیقت بھی مشہورترین احادیث نبوی میں موجود ہے۔ خاص طور سے مشہور ومعروف حدیث جو تمام مذاہب اسلامی نے اپنی کتابوں میں لکھی ہے:

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس مرض میں دُنیا سے رخصت ہوگئے، اُس میں اپنے اصحاب سے جو آپ کی عیادت کے لئے آئے ہوئے تھے، فرمایا: اے لوگو! عنقریب میں تمھارے درمیان سے چلا جاؤں گا، میں تمھیں وہ بات بتانا چاہتا ہوں کہ تم پر میری حجت قائم ہوجائے۔

آگاہ ہوجاؤ! میں تمھارے درمیان اپنے پروردگار کی کتاب اور اپنی عترت یعنی اپنے اہل بیتؑ چھوڑ رہا ہوں، یہ ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے جب تک حوض کوثر پر مجھ تک نہیں پہنچ جاتے اور میں تم سے اُن کے بارے میں ضرور سوال کروں گا

کہ تم نے اُن کے ساتھ کیسا سلوک کیا(۱)

ایک اور حدیث میں اس طرح آیا ہے... جس وقت (قیامت) میرے پاس آؤ گے تو تم سے دو قیمتی اور گراں بہا، ذخیروں (ثقلین) کے بارے میں استفسار کروں گا کہ تم نے میرے بعد اُن کے ساتھ کیسا سلوک کیا یعنی کتاب خدائے بزرگ، جو ایک وسیلہ وواسطہ ہے بین خدا اور دوسری طرف وہ تمھارے ہاتھ میں ہے، پس اُس کو محکم پکڑ لو تا کہ گمراہ نہ ہوسکو اور اس کو تبدیل نہ کرنا اور دوسرے عترت یعنی میرے اہل بیتؑ....(۲)

اس حدیث میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عہد الہی پر عمل کرنے کی شدیداً تاکید کی ہے۔

۱۔الحیاۃ،۲/۲۸۶، ۲۸۷. یہ حدیث متواتر ہے اور اس کی اسناد کثرت سے ہیں برادران اہل تسنّن کے علماء نے اپنی تمام اہم کتابوں میں اس کا تذکرہ کیا ہے ۔ عبقات الانوار جیسی عظیم کتاب میں اس کی شرح بیان کی گئی ہے اور اس میں چند جلدیں حدیث ثقلین سے متعلق ہیں، مراجعہ فرمائیں۔

۲۔ایضاً

۴۔ بھوکوں کو کھانا کھلانا

حضرت فاطمه علیها السلام : یا رسول اَللّٰه ! ما یَدَعُ شَیأًمِنْ رِزْقِه اِلاّ وَزَّعَه بَینَ الْمَساکین (۱)

حضرت فاطمہ علیہا السلام نے اپنے پدر گرامی سے کہا: یا رسولؐ اللہ! علیؑ گھر میں اشیاءخودرونوش بچا کرنہیں رکھتے بلکہ مساکین کے درمیان تقسیم کر دیتے ہیں

حضرت علی اور فاطمہ علیہا السلام ایسے مثالی میاں بیوی ہیں کہ کائنات میں ایسا دوسرا جوڑا ملنا ممکن نہیں ہے. دونو ہی اپنی رفتار وکردار میں بے مثال ہیں اور جامعہ بشری کے لئے نمونہ ہیں۔ اُن کے درمیان مکمل ذہنی ہم آہنگی تھی ، اور وہ ایسے شریک حیات ہیں جو ہر مرد وزن کے لئے مشعل راہ ہیں ۔ ایک دوسرے کے مزاج اور اخلاقِ عمیق سے مکمل آگاہ ہیں اور ہر کام میں ایک دوسرے کی مدد و اعانت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

حضرت فاطمہ علیہا السلام نے بڑی بڑی قربانی جذبۂ ایثار کے تحت پیش کی

۱۔ بحارالانوار، ۱۴۳/۴۳

اور وہ ہمیشہ، پریشان حال اور ضرورت مندوں کی جانب سے فکر مند رہتی تھیں۔ اگر کوئی سائل آ جاتا تو شوہر اور بچوں تک کا بھوکا رہنا گوارہ کر لیتیں مگر سوالی خالی ہاتھ نہ جاتا اور اس جذبے میں، آپؑ کے شوہر برابر کے شریک تھے۔

ایک بھوکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو اُس کی حاجت پورا کرنے کی خاطر اپنی بیویوں کے گھر بھیجا اُنھوں نے کہا: ہمارے پاس پانی کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کون ہے جو آج رات اس سائل کی مدد کرے ؟ حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا : یا رسولؐ اللہ! میں ہوں۔ پھر حضرت علیؑ ، فاطمہؑ کے پاس آئے اور اُن کو حالات سے آگاہ کیا ۔ حضرت فاطمہؑ نے کہا : میرے پاس بچوں کی خوراک کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے! لیکن ہم مہمان کو اپنے آپؑ پر ترجیح دیتے ہیں۔

حضرت علیؑ نے کہا: بچوں کو سلا دو، اور چراغ بجھا دو صبح حضرت علیؑ، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے تو یہ آیت نازل ہوئی ''وہ جو دوسروں کو، اپنے آپ پر مقدم کرتے ہیں اگرچہ خود نیاز مند ہوتے ہیں...''

ایک عرب جو تازہ مسلمان ہوا تھا مسجد مدینہ میں لوگوں سے مدد مانگ رہا تھا. پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب کو دیکھا، سلمان فارسی کھڑے ہوئے

تا کہ اُس سائل کی حاجت کو پورا کریں ، وہ جس کے دروازے پر بھی گئے خالی ہاتھ پلٹے!

نا اُمیدی میں مسجد کی جانب پلٹتے ہوئے اُسکی نظریں حضرت زہرا علیہا السلام کے گھر پر پڑیں۔ خود سے کہنے لگے :حضرت زہرا علیہا السلام مجسّم ایثار وفدا کار ہیں۔ دروازے پر دستک دی اور عرب سائل کی حاجت کو بیان کیا(۱)

حضرت زہرا علیہا السلام نے فرمایا : **یا سلمان! و الذی بعث محمدا با لحق نبیاً ، اِنّ لنا ثلاثاً ما طَعِمْنا ، و اِنّ الحسنَ و الحسینَ قد اَضطَرَبا عَلَیّ مِن شدَّةِ الجُوع ، ثم رَقَدا کَاَنَّھما فَرخانِ مَنْتُو فان ولکن أردُّ الخیرَ اِذا نَزَل الخیرَ ببابی ...**(۲)

حضرت فاطمہ علیہا السلام: اے سلمان! اُس ذات کی قسم! جس نے حضرت محمدؐ کو پیغمبر مبعوث حق کے ساتھ کیا، ہم نے تین دن سے کچھ نہیں کھایا، اور میرے بیٹے حسنؑ وحسینؑ سخت بھوک کی وجہ سے بے قرار سو گئے ہیں لیکن اس وقت تم میرے گھر پر نیک کام اور ثواب کی خاطر آئے ہو، میں اس سوال کو رد نہیں کروں گی۔ اے سلمان! یہ میری چادر لو اور شمعون یہودی کے پاس جاؤ اور کہو: فاطمہؑ بنت محمدؐ کہہ رہی ہیں: اُس کو گروی رکھو اور تھوڑے سے جو اور کھجور دے دو، ہم تمہیں

۱۔ نہج الحیاۃ ۱۴۲/
۲۔ بحار الانوار، ۴۳/۷۲

واپس کر دیں گے، انشاء اللہ۔

سلمان گئے اور ایسے ہی کہا۔ شمعون نے ایک ایک پیانہ جو اور کھجور کا دے دیا سلمان وہ لے کر حضرت فاطمہ علیہا السلام کے پاس آ گئے۔ آپؑ نے اپنے ہاتھوں سے آٹا پیسا اور روٹیاں بنا کر سلمان کو دے دیں۔ سلمان نے عرض کیا: یا بنت رسول اللہ! حسنؑ و حسینؑ کے لئے روٹیاں رکھ لیں تا کہ وہ بھی کچھ کھا لیں؟

حضرت فاطمہؑ نے فرمایا: **یا سلمان! هذا شَئٌ اَمْضَيناهُ لِلّٰه عزَّ و جلَّ لَسنا نأخُذ مِنه شَيئًا**(۱)

اے سلمان! جو چیز اللہ کی راہ میں دینے کا ارادہ کر لیا تو اس میں سے کچھ کم نہیں کریں گے۔

۱۔ نیز، ۴۳/۳۷

۵۔عدالت دلوں کا سکون

حضرت فاطمه علیها السلام :العَدلَ تَسکینًا... (۱)(تَنسِیقًا) لِلقُلوب...(۲)

حضرت فاطمہ علیہا السلام اپنے مشہور خطبہ میں: اللہ تعالیٰ نے عدالت کو قلوب کے لئے باعث آرام وسکون قرار دیا ہے.....

عدالت وہ بنیادی اصول ہے، جو تمام تعلیمات آسمانی، بالخصوص اسلام میں انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ ایک تردیدناپذیر اصول ہے۔ یہ اصول، آیات قرآن اور بہت سی احادیث میں مختلف تعبیرات کے تحت بیان ہوا ہے، زندگی کے ہر شعبہ میں عدالت کی حکمرانی کا ہونا ضروری ہے۔ زندگی انفرادی ہو یا اجتماعی سب اس میں شامل ہیں بلکہ اپنے اور پرائے ، دوست ودشمن سب اُس کے دائرے میں ہیں، نباتات وحیوانات سے لے کر اقوام وملل ہر سطح پر عدالت کی کارفرمائی ہے۔

حضرت زہرا علیہا السلام کے خطبہ کے اس حصّے میں، بنیادی عدالت کے

۱۔علل الشرائع ۲۴۸/

۲۔احتجاج، ۱/۱۳۴

قوانین کی جانب توجہ دلائی گئی ہے۔

اگر معاشرے میں عادلانہ نظام قائم ہو جائے تو اُسکے ذریعے ایک دوسرے میں قربت پیدا ہوگی.لوگ مطمئن ہوں گے کہ سب کو برابر کے حقوق حاصل ہیں. اُن کے درمیان برابری و برادری کے جذبات فروغ پائیں گے۔

کائنات کی ہرشئ میں عدالت کارفرما ہے خواہ نباتات ہوں یا حیوانات، اس لئے قوموں اور ملتوں کو بھی امن وانصاف کی وجہ سے روابط قائم کرنے چاہئیں۔
ظلم وجبراور بے انصافی، دشمنی اور دیرینہ فساد کا باعث بنتی ہے جس سے بستیاں اُجڑ جاتی ہیں اور پھر بے عدالتی سے، تبعیض تخم، ہرطرح کا کینہ اور دشمنی کا سبب بنے گا اور اس طرح سے بدسکونی، بے امنی اور فساد پیدا ہوگا۔

امام علی علیہ السلام نے فرمایا: عوام میں مختلف گروہ اور قسم قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔اُن کے درمیان عدالت سے، اُنہیں مطیع اور فرمانبردار بنایا جاسکتا ہے۔
اس حکمت آمیز جملے سے ظاہر ہے کہ ظلم وستمگری لوگوں کو قانون شکنی اور نافرمانی کا خوگر بناتی ہے(۱)

یہ حکمت علوی اس پر دلیل ہے، اگر کوئی ستمگر لوگوں کو قانون کے خلاف بغاوت اور نافرمانی پر اُکسائے تو یہ عدالت ہے جو فرمانبرداری ویکسوئی اور ضوابط اجتماعی

۱۔الحیاۃ،۶/۶۰۹

کا باب کھلا رکھتی ہے۔

امام علی علیہ السلام: خداوند نے عدالت کو، لوگوں کے لئے آرام بخش زندگی قرار دیا ہے(۱)

کتاب احتجاج(۲) میں الفاظ **تسکینا للقلوب** ... **مایۂ آرام قلوب** کے بجائے **تنسیقا للقلوب** ....دلوں میں ہماہنگی آیا ہے ، ان دونوں کے معنی ایک دوسرے سے قریب ہیں کیونکہ عدالت مایۂ تسکین دل ہے، جب کہ تنسیق دلوں کو ہماہنگ کر دینا ہے۔ دل اسی وقت مطمئن ہوں گے جب سماج میں اُنہیں عدل وانصاف نظر آئے گا، اسی بنا پر فاطمی تعلیم سے اشارہ ملتا ہے، اس اساسی اور مہم امر کی جانب جو اصلاح معاشرہ کے لئے ہے اور اجتماعی صفوں میں لوگوں کا ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھے کرنے کا سبب بنے گا۔

اگر لوگ دوسروں کا حق غصب کریں گے تو نفرت کے جذبات کو ہوا ملے گی اور معاشرے میں دراڑیں پڑ جائیں گی، ٹوٹ پھوٹ ہوگی، دشمنیاں بڑھیں گی دوستی، روابط اور میل ورغبت رخصت ہو جائیں گے۔

۱۔ نیز، ۶۰۶/۹

۲۔ احتجاج، ۱۳۴/۱

لہذا یہ بات واضح ہے کہ اگر سماجی اقتصادی نظام اور منصوبہ بندی میں عدالت کو محور و مرکز قرار دیا جائے اور وسائل پیداوار اور اُنکے مصرف کو عادلانہ طور پر جاری کر دیا جائے تو مختلف افراد اور طبقات کے درمیان یگانگت اور قربت کو فروغ ملے گا۔

لہذا معصومین علیہم السلام کی پیروی کرتے ہوئے ، ملک وقوم میں اجتماعی عدالت خاص طور سے اقتصادی اور معاشی معاملات میں عدل وانصاف کے قیام کی بھرپور کوشش کرنا چاہیے۔

اگر ایسا نہ ہوا تو محروم اور مراعات یافتہ طبقات کے درمیان یگانگت او وحدت نہیں ہوسکتی۔ یہ بات احادیث سے ثابت ہے (۱)

امام صادق علیہ السلام سے محمد حلبی نقل کرتے ہیں: میں نے امام صادق علیہ السلام سے ، اس آیہ کلام خدائے کے بارے میں پوچھا '' اِعلَمُوا اَنَّ اللّٰهَ يُحيِى الْاَرضَ بَعد مَو تِها''

جان لو کہ اللہ، مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے۔

تو آپؑ نے فرمایا: جور وستم کے بعد، عدل وانصاف کا بپا ہونا (۲) اس کلام میں بڑی حکمت ہے یعنی مردہ زمین عدل وانصاف کے قیام سے حیات نو حاصل

۱۔ الحیاۃ، ۶/۶۰۸و۶۰۹

۲۔ کافی، ۸/۲۶۷

کر لیتی ہے، لہذا اگر انسان مستحکم بنیاد پر کچھ تعمیر کرنا چاہتا ہے تو یہ عدالت کے بغیر ممکن نہیں اس لئے کہ عدالت زندگی بخش اور ظلم و جور، مرگ آور ہے۔

ظالم حاکم اور اس کا نظامِ جبر اپنے عوام پر موت کو مسلط کرتا ہے(۱)

امام علی علیہ السلام :وَ اَلبستُکُمُ العافِیةَ مِن عَدلِی ......(۲)

میں نے تمھیں اپنے عدل سے لباس عافیت پہنایا......حقیقی عافیت وسلامتی و ہر طرح کی خوبی وآسائش، سایۂ عدالت میں محقق ہوتی ہے جو انسانوں کی ترقی اور عروج کے لئے مناسب ماحول فراہم کرتی ہے۔

امام علی علیہ السلام نے فرمایا: حاکموں کی نگاہوں میں یہ بات ہر چیز سے برتر اور روشن ہے ، وہ بستیوں میں برقراری عدالت ہے جس سے لوگوں میں مزید دوستی پیدا ہوتی ہے(۳) اجتماعی دوستانہ روابط، خوف و پریشانی سے دُور، صحیح عدالت کے اجراء کے سایہ میں پیدا ہوتا ہے اور عدل وانصاف ہی سماجی بہتری اور اچھے تعلقات کے فروغ کے باعث بن سکتے ہیں۔

۱۔الحیاۃ ۶/۴۹۴

۲۔نہج البلاغہ ۲۱۵/خطبہ ۸۷

۳۔نیز ۱۰۰۶ /نامہ ۵۳

٦۔غصب حقوق

حضرت فاطمه علیها السلام : ...... و تَوفِیة َالمَکائِیل ِو المَوازِینِ تَغیِیراً لِلبَخسِ.....(۱)

ناپ تول کودرست رکھنا،لوگوں کے حقوق کی ٹھیک طرح ادائیگی ہے،اُس میں کمی نہ کرو....

لفظ" بخس" قرآنی ہےاوراس کوآسمانی کتاب میں پیغمبروں کی زبان سے بیان کیا گیاہے کہ اپنی دعوت کے آغاز میں لفظ " بخس " سے استعمال کیاہے اقتصادی معاملات میں اس سے پرہیز کرنے ،اُنھوں تاکید کی ہے۔

وَ یَا قَومِ اَوفُوا الْمِکْیَالَ وَ الْمِیزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآئَهُم وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ(۲)

اےقوم! ناپنے اورتولنے میں کسی قسم کی کمی بیشی نہ کرو، چیزوں کوکم کرکے لوگوں کونہ دواور مفسدین کی طرح زمین پرفساد نہ پھیلاؤ۔

۱۔نہج الحیاۃ ۱۰۴/

۲۔سورہ ہود ۸۵/۱۱

اس آیہ میں، معاملات اور روابط اقتصادی میں اصول عدالت برقرار رکھنے کے بارے میں بیان کیا گیا ہے ،آیہ کے آخری حصہ میں ہر طرح کے ظلم کو سرکشی اور باعث فساد جانا ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام اپنی رسالت کو دلائل وشواہد سے ثابت کرتے ہوئے ،اپنے پیغام کے آغاز میں معاشی اور اقتصادی معاملات میں عدالت کی تاکید کرتے ہیں۔اور" بخس اشیاء ناس "،لین دین میں خیانت یا اُجرت و مزدوری میں کمی کرنے یا ناجائز منفعت کے حصول کو ظلم قرار دیتے ہیں اور استثمارِ مردم کو محکوم کرتے ہیں " یَا قَومِ اعبُدُوا اللّٰهَ ..... قَد جَاءَ تْكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ فَاَوفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيزَانَ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَاءَ هُم وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلاَحِهَا... "(۱)

اے لوگو! خدا کی عبادت کرو......تمھارے پروردگار کی جانب سے تمھارے پاس دلیلِ آشکار آچکی ہے، پیمانہ وترازو کو پورا ناپ وتول کرو،اور لوگوں کو کم تول کر چیزیں نہ دو اور زمین پر اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ۔

اس آیہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے اثبات کے بعد، پیمانہ وترازو کے بارے میں کلام کیا گیا ہے اس کے فوراً بعد بالکل واضح طور پر "بخس اشیاء ناس"

۱۔سورہ اعراف ۷/۸۵

کا تذکرہ ہے۔اور ہر طرح کا ظلمِ اقتصادی محکوم کیا گیا ہے۔

امین الاسلام طبرسی اس آیہ کے معنی میں کہتے ہیں: **ولا تبخسوا النّاس اشیاء هم**، یعنی حق مردم کو کم نہ کریں اور اُن کو اُن کے حقوق سے محروم نہ کریں(۱)

ان آیات اور ان کی نظیر دیگر مثالوں سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ نمائندگان الٰہی اپنی رسالت کے شروع میں ہی اجراء عدالت کو روابط اقتصادی میں برقرار کرنے اور ظلم و ناانصافی کے خلاف قیام کرنے کی دعوت دیتے تھے اور عقیدہ توحید پر مبنی معاشرے اور ملت کی تشکیل عدالتی نظام کے بغیر ممکن نہیں سمجھتے تھے کیونکہ بیشتر مفاسد و گمراہی، اقتصادی ظلم سے وجود میں آتے ہیں اور پھر یہ مفاسد، معنوی و انحرافِ عقیدتی کا تمائل پیدا کر لیتے ہیں۔

حضرت فاطمہ علیہا السلام جب اصول عدالت نافذ کرنے کی تاکید فرماتی ہیں تو اس حکم کی وجہ "**تغییرا للبخس**" نظام فاسق کو تبدیل کرنا اور حقوق مردم میں نہ کئے جانے کے لئے ہے تا کہ عدالت اقتصادی اور ادائے کامل حقوق مادی جو تمام انسانوں سے متعلق ہیں، اجراء کیا جائے ، کیونکہ کسی حکم کی علت خود اس قانون کی بنیاد ہوتی ہے ، اس بنا پر جہاں بھی "بخس"، لوگوں کے کاروسامان میں کمی وجود میں آتی ہے اس کو روکنا ضروری ہے کیونکہ عدالت کے خلاف ہے۔

۱۔ مجمع البیان ۴/۴۴۷

امام علی علیہ السلام کا قول ہے: **لَن یَتَمَکَّنَ العَدلُ حتّٰی یَذِلَّ البَخسُ**(۱) دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ نہ ڈالیں، نظام عدالت ہرگز لاگو نہیں ہوسکتا مگر یہ کہ لوگ منفعت طلبی چھوڑ دیں۔

۱۔ الحیاۃ ۵۲۶/۶۔ غرر الحکم ۲۵۶

۷۔قرائت قرآن

حضرت فاطمه عليها السلام ..... حُبّبَ اِلَيَّ مِن دُنيَاكُم ثَلاث : تِلاوَةُ كتابِ اللّٰهِ ....(۱)

میں تمھاری دُنیا سے تین چیزوں کو پسند کرتی ہوں : تلاوت کتاب خدا....

انسان کی حقیقی سعادت کے حصول اور کمال تک پہنچنے کے لئے حتمی اور لازمی ہے کہ قرآن مجید کی سمجھ کر تلاوت کی جائے تو یہ مقدس کتاب کامیابیوں کے اصول کی طرف ہدایت کرے گی خوبیوں اور فضیلتوں کو ہمیشہ یاد رہنے دے گی خرابیوں اور بدیوں کو آشکار کرے گی، تاریک وعارضی دُنیا کو اُس کی نگاہوں سے گرادے گی۔ اَبدی زندگی اور پروردگار کے حضور کی زندگی کو اُس کی نگاہوں میں جلوگر بنائے گی۔

قرآن مجید کی تلاوت سے، آدمی کا دل اللہ تعالیٰ کے کلام کی جانب رغبت پیدا کرے گا اور اُسکی روح لقائے پروردگار کیلئے آمادہ ہوگی اور دُنیا کی چیزوں کی

۱۔نہج الحیاۃ ۲۸۱

محبّتوں اور دلبستگی کے بندھنوں کو توڑ دی گی ،قرآن مجید پڑھنے کے شرائط ہیں جوضروری ہیں، اُن میں اہم ترین یہ کہ آیات الٰہی کی جانب توجہ دیتے ہوئے قلباً قرآن مجید سے تمسک پیدا کیا جائے۔

قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے : اپنے گھر کو قرآن مجید کی تلاوت سے نورانی کرو.... کیونکہ جس گھر میں قرآن مجید کی تلاوت زیادہ کی جاتی ہے اس میں خیر وخوبی کا زیادہ اضافہ ہوتا ہے اور اُس گھر والے، اس سے زیادہ استفادہ کرتے ہیں اور وہ گھر اہل آسمان کیلئے نور فراہم کرتا ہے جیسے آسمان کے ستارے اہل زمین کو نور دیتے ہیں(۱)

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا : جو بھی قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے، اگر جوان مومن ہو تو قرآن مجید اس کے خون وگوشت میں سرایت کر جاتا ہے اور روز محشر اُس کی سپر بن جائے گا(۲)

قرآن کریم کے شرائط میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اُس کی تلاوت حزن واندوہ سے کی جائے۔احادیث میں مذکور ہے، راوی کہتا ہے : میں نے کسی کو حضرت موسی بن جعفر علیہ السلام سے زیادہ اپنے بارے میں غمناک نہیں دیکھا اور نہ اُن سے زیادہ کسی کو اُمیدوار دیکھا۔آپؑ کا قرآن پڑھنا اندوہناک تھا، جب وہ

۱۔الحیاۃ ۲۵۱/۲

۲۔نیز ۲۵۲/۲

قرآن مجید پڑھتے تو ایسے لگتا تھا کہ جیسے کسی سے ہم کلام ہوں (۱)

حزن واندوہ سے اس حدیث اور بعض دیگر حدیثوں سے جو اشارہ ملتا ہے وہ حزن عمیق واندوہ وسیع ہے کہ جو روح انسان کی گہرائی میں ہے ، جو فضائے نورانی قرب الٰہی سے دُوری کی وجہ سے ہوتا ہے اور انسان کے لئے ضروری ہے کہ اس حزن واندوہ کو اپنے وجود میں محفوظ رکھے۔ وہ درد آشنا ہو اور دل پُر درد رکھتا ہو، ''تقرب الٰہی''، ''سلوک باطنی'' کے مراحل طے کرے تا کہ درجہ کمال کے حصول کی راہ میں مسلسل جدوجہد جاری رکھتے ہوئے پہنچ سکے۔

ایک آگاہ اور با معرفت انسان اپنے اندر اُمید وخوف کی ایک کیفیت پاتا ہے جو لازمی ہے۔ اسی کے بارے میں امام علی علیہ السلام نے فرمایا "....و تخلّٰی من الهُمُوم اِلّا همّاً واحداً انفَردَ بِه "(۲)

انسان اپنے تمام غموں سے آزاد ہو جائے اگر اُس کے وجود میں ایک احساس بیدار رہے اور وہ قرب الٰہی کا حصول ہے (۳)

اس مضمون اور عنوان سے متعلق آیات کی مسلسل تلاوت اور اُن پر غور وفکر اس سلسلے میں مددگار ہو سکتے ہیں۔ اس جذبہ شوق کی طلب میں اضافہ اور خوف الٰہی

۱۔ وسائل الشیعہ ۸۵۷/۴

۲۔ الحیاۃ ۲۴۶/۲

۳۔ نیز ۲۴۶/۲

کے اپنے اُوپر طاری کیئے جانے کے بارے میں معلم حقیقی قرآن امام صادق علیہ السلام نے فرمایا : قرآن مجید کا تمام حواس کی بیداری اور ذہنی آمادگی کے ساتھ مطالعہ کرو اس میں غفلت اور لاپرواہی کا دخل نہ ہونے پائے(۱)

امام باقر علیہ السلام کی تعلیمات میں ہے ''اسْتَجلِبْ نُورَ القَلبِ بِدَوامِ الحُزْنِ'' (۲) مسلسل حزن سے دل کو نورانی بناؤ۔

اس تعلیم سے یہ اشارہ حاصل ہوتا ہے کہ یہ وہ حزن ہے کہ جن کا رابطہ اُن غموں کے ساتھ نہیں ہے جو اُمور زندگی کے غم ہیں اور اُن کا اثر بھی انسان سے عموماً زیادہ بظاہر نہیں ہوتا۔

امام علی علیہ السلام پرہیزگاروں کے اوصاف میں فرماتے ہیں (خطبۂ متقین): رات کو نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور آیات قرآن کی خوش الحانی اور دلکش انداز سے تلاوت کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اِس وسیلے سے محزون والا بناتے ہیں (۳)

یہ بات یاد رہے کہ اسلامی معاشرہ، انسانی روابط میں آپس کی ملاقات کے وقت شاد و بشاش ہونا چاہیے معاشرتی سطح تک شور و نشاط کی فضا کو وجود میں لائے

۱۔ نیز ۲/۲۴۷

۲۔ نیز ۲/۲۴۸

۳۔ الحیاۃ ۲/۲۴۸

اور ہر طرح کے غم واندوہ کو ایک طرف رکھے، تلاوت قرآن سے جو جلالت الٰہی کا خوف واندوہ پیدا ہوتا ہے، وہ ایک باطنی کیفیت ہے لہذا عوام کے درمیان خوش خلقی وکشادہ روئی کی ضرورت ہے کیونکہ انسان کو ایسا ہی ہونا چاہیے ،اِس بارے میں امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے:

العارِف وَجْهُهُ مُستَبْشِر،و قَلبهُ وَجِلُ مَحْزُونٌ. عارف (انسان خدا شناس) کا چہرہ ہشاش بشاش ہے اور اُس کے دل میں خوف وغم ہے (اسلئے کہ کہیں قرب الٰہی سے محروم نہ ہوجائے) (۱)

ا۔نیز ۲/۲۴۹

۸۔ بزرگ ایثار

حضرت فاطمہ علیہا السلام : ..... و اِذا مِسکینٌ قَد وَقَفَ بِالباب ِ، فقال اَلسلامُ علیکم یا اَھلَ بیتِ محمّدٍ! اَنَا مِسکِینٌ مِن مَساکینِ المسلمین، اَطْعِمونی ممّا تأکلُون....

فَأقْبلَتْ فاطمۃُ وَ عَمِدَتْ اِلٰی ما کانَ علی الخُوانِ فَدَ فَعتْہ اِلی المِسکین، و باتُوا جِیاعًا ، وَ أصبَحُوا صِیامًا لَم یَذُوقوا اِلّاَ الماء القَراح.....(۱)

حضرت فاطمہ علیہا السلام فرماتی ہیں : ایک مسکین دروازے پر آیا اور اُس نے آواز لگائی: اے اہل بیت محمدؐ! آپ پر سلام ہو، ایک مسلمان مسکین ہوں آپؐ مجھے کچھ کھانے کو دیں کہ بھوکا ہوں ۔ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے جو کچھ دستر خوان پر تھا اُس مسکین کو دے دیا اور سب گھر والے بھوکے سو گئے اگلے دن روزہ رکھا اور پانی کے علاوہ کچھ نہ کھایا پیا.....رسول اللہؐ اور آپؑ کے اہل بیت طاہرین

۱۔ بحار الانوار ۳۵/ ۲۳۷۔۲۳۷ ۔امالی صدوق ۲۲۸/ ۲۳۱

حاجت مندوں کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے تھے۔

اُن کی بے مثال قربانیاں اور دوسروں کے لئے ایثار منفرد حیثیت رکھتا ہے، خود بھوک برداشت کرتے اور اپنی غذا حاجت مندوں کو دے دیتے۔

حضرت فاطمہ علیہا السلام اپنے والد و شوہر کی طرح اپنے فرزندوں سمیت ایسے ہی کردار کی حامل تھیں کہ دوسروں کو ترجیح دیتی اور سختیاں اور شدائد برداشت کرتیں۔

اس طرح کے اہم واقعات حضرت زہرا علیہا السلام کی بے مثال زندگی کے دوران بہت ہیں۔ خاندان رسول کے عظیم ایثار و فداکاری کے واقعات کتب حدیث و تاریخ میں سنہری الفاظ سے مندرج ہیں۔ ایسے ہی ایک موقع پر آیات کا نزول ہوا جو کہ سورہ دہر میں ہے اور ہم دوبارہ نقل کر رہے ہیں کہ سبق حاصل کرنے والے درسِ فداکاری و قربانی حاصل کریں۔

امام صادق علیہ السلام نے اپنے والد محترم سے اس آیت (منت پورا کرنے کے بارے)(۱) میں فرمایا: امام حسن و حسین علیہما السلام مریض ہوئے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور فرمایا: اے اباالحسنؑ! آپ اُن کی صحت کے لئے نذر مان لیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں شکرانے کے تین دن کے لئے روزے

ا۔ سورہ انسان ۶ ۷/۷

رکھوں گا۔حضرت فاطمہ علیہا السلام نے بھی نذر مان لی .....

حضرت علی علیہ السلام کا ایک یہودی ہمسایہ شمعون تھا۔اُس کا اُون کا کاروبار تھا۔حضرت علی علیہ السلام نے اُس سے کہا : ایک مقدار میں اُون دے دوتا کہ بنت رسول اس سے کوئی لباس وغیرہ تیار کردیں اور پھر تم اُجرت کے طور پر ایک مقدار، جو ہمیں دے دینا۔

اس نے قبول کرلیا اور اُون حضرت علی علیہ السلام کے حوالے کردی۔حضرت علی علیہ السلام اُسے لے کر گھر آئے اور حضرت فاطمہ علیہا السلام کو اس بارے میں بتادیا،حضرت فاطمہ علیہا السلام نے بھی قبول کرلیا اور جو کے تہائی حصّے کا آٹا پیسا اور پانچ روٹیاں پکائیں۔شام کو جب حضرت علیؑ گھر تشریف لائے،افطار کے لئے دسترخوان بچھایا گیا....ابھی پہلے لقمے کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا ،کسی مسکین نے دروازے پرآ کر صدادی : میں مسلمان مسکینوں میں سے ایک مسکین ہوں، مجھے کچھ کھانے کو دیں۔حضرت علی علیہ السلام نے اپنا ہاتھ روک لیا اور حضرت فاطمہ علیہا السلام نے جو کچھ دسترخوان پر موجود تھا وہ سب اُس مسکین کو دے دیا اور سب بغیر کھائے سو گئے اور اگلے دن پھر صرف پانی پی کر روزہ رکھ لیا۔

حضرت فاطمہ علیہا السلام نے دوسرے دن پھر ایک تہائی اُون کو بن کر

دوسرے تہائی حصّہ جو کو پیس کر روٹیاں پکائیں، جب دسترخوان بچھا، تو مسلمان یتیموں میں سے ایک یتیم نے دروازے پر آ کر صدا دی.....جو کچھ آپؑ کھا رہے ہیں مجھے بھی دے دیں۔ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے جو کچھ دسترخوان پر تھا وہ سب کچھ اُٹھا کر یتیم کو دے دیا اور سب کے سب پھر خالی پیٹ سو گئے .....اور دوبارہ صرف پانی سے اگلے دن کا روزہ رکھ لیا.

تیسرے دن ایک سوم باقی بچا ہوا اُون حضرت فاطمہ علیہا السلام نے درست کیا اور باقی جو کا آٹا پیس کر اس سے پانچ روٹیاں پکائیں، حضرت علی علیہ السلام نماز مغرب، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ادا کر کے گھر تشریف لائے۔

دسترخوان لگایا گیا اور سب بیٹھ گئے، جب حضرت علی علیہ السلام نے لقمہ اُٹھایا تو اُس وقت ایک مشرکین کے اسیروں میں سے ایک نے دروازے پر صدا دی، حضرت علی علیہ السلام نے ہاتھ روک لیا...اور جو کچھ دسترخوان پر موجود تھا، اُس اسیر کو اُٹھا کر دے دیا اور سب بھوکے سو گئے ۔ اگلے دن روزہ تو نہیں رکھا مگر سب پر شدید نقاہت طاری تھی اور گھر میں کھانے کو کچھ میسّر نہ تھا ...حضرت علی علیہ السلام ، امام حسن و حسین علیہما السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئے اور حالت یہ تھی کہ دونوں شہزادے شدت بھوک سے لرز رہے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو اس حالت میں دیکھا تو فرمایا:

یا ابا الحسنؑ! تمھیں جس حالت میں دیکھ رہا ہوں، مجھ پر بہت سخت ہے۔ اور آپؐ فاطمہ علیہا السلام کے پاس پہنچے وہ اس وقت محراب عبادت میں تھیں، اور آپؑ کا شکم مبارک بھوک کی وجہ سے آپؑ کی کمر سے لگا ہوا تھا اور آنکھیں اندر دھنسی ہوئیں تھیں۔ جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؑ کو دیکھا تو اپنے سینے سے لگا لیا اور فرمایا: خدایا! میں مدد چاہتا ہوں.....! اس دوران جبرائیل نازل ہوئے اور سورہ دھر ''ہل اتی'' کی آیات لے کر آئے (۱)

جلیل القدر مفسر شیخ ابو علی طبرسی کہتے ہیں:

یہ آیات مبارک جو سورہ دھر میں ہیں اہل بیت کی منقبت بیان کرنے کے لئے نازل ہوئی ہیں مگر جو بھی مومن، خدا کی رضا کے لئے اخلاص کے ساتھ ایسا عمل کرے گا، اُسے ان آیات میں تذکرے کا ثواب حاصل ہوگا (۲)

۱۔ الحیاۃ ۳۸۵/۸و۳۸۶

۲۔مجمع البیان ۴۰۶/۱۰

۹۔روزہ کے شرائط

امام صادق علیہ السلام نے اپنے آباء سے جناب فاطمہؑ زہرا کا یہ قول نقل کیا ہے: **ما یَصْنَعُ الصائمُ بِصیامِہ اِذا لم یَصُنْ لِسانَہ وسَمْعَہ وبَصَرَہ و جوارِحَہ** (۱)

روزہ دار کا روزہ کیسا ہوگا اگر اُس کی زبان، کان اور آنکھیں اور دیگر اعضاء روزے سے نہ ہوں؟!

روزہ تربیتِ نفس وذات کی مشق ہے اور ایک ماہ کی تربیت کا مرحلہ ہے اس مہینے میں روزہ دار اپنا تزکیہ کر کے نیکیاں اختیار کرنے کے لئے پیش قدمی اور بُری عادات سے چھٹکارا حاصل کر سکتا ہے ۔ ماہ رمضان کی یہ بہت بڑی خصوصیت ہے۔

دوسری اہم بات یہ ہے جو عمومی تصور کے برخلاف، روزہ صرف کھانا پینا ترک کرنا نہیں ہے بلکہ جتنی بھی غیر اخلاقی عادات ہیں اُن کو ترک کرنا ہے، فردی ،

۱۔مستدرک الوسائل، ۳۶۶/۷

خاندانی اور اجتماعی خرابیاں سب سے اجتناب برتنے والی عبادت ہے یعنی جیسے روزہ دار اپنے منہ کو کھانے پینے سے پرہیز کراتا ہے ، لازمی ہے اپنی نگاہوں کو بھی گناہ کی آلودگی سے محفوظ رکھے۔ اپنے کانوں کو ایسی تمام آوازوں اور باتوں کے سننے سے محفوظ رکھے جیسے غیبت، جھوٹ، فضول گوئی وغیرہ ۔ اپنے ہاتھوں سے کسی کو تکلیف نہ پہنچائے اور اسی طرح ضروری ہے کہ اپنے اعضاء و جوارح کو قابو میں رکھے اور صرف حلال کام کیلئے استعمال کرے بالخصوص زبان کو کیونکہ یہ لوگوں کو آزار پہنچانے کا آلہ بھی ہے۔ روزہ اُن تمام کاموں سے رُک جانے کا نام ہے جنہیں شرع نے ممنوع قرار دیا ہے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہو کہ محدود اوقات کے لئے حلال غذا اور کھانے پینے سے تو روزہ دار رُک جائے اور حرام و مکروہ کاموں کے انجام دینے سے باز نہ آئے ہے!

روزے میں ذکر خدا، قرائت قرآن اور ارشاد و ہدایت اپنے اور دوسروں کے لئے اور خاص طور سے حصول علم کی جدو جہد کرنا ہے تا کہ روزہ داری تمام اعضاء و جوارح پر طاری ہو جائے اور اُس کا روزہ حقیقی شمار ہونے لگے تا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل قبول ہو۔

یہ موضوع کہ روزہ داری، صرف کھانے پینے سے رکنے کا نام نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ معصومین علیہم السلام کے کلمات میں متعدد

مقامات پر بالکل واضح ہے اوراس موضوع پر احادیث موجود ہیں۔

امام علی علیہ السلام نے فرمایا: **الصیامُ اجتِنابُ المَحارِمِ ،کما یَمتَنِع الرجلُ مِن الطَّعامِ وَالشَّرابِ** (۱)

روزہ صرف کھانے ہی سے نہیں بلکہ تمام گناہوں سے دُوری کا نام ہے، یہ نفس کی تربیت اور مشق کا ذریعہ ہے۔ بعض روزے دار صرف روزے کی ظاہری حالت پر عمل کرتے ہیں اور ایک وقت کے کھانے کے ناغہ ہی کو روزہ سمجھتے ہیں یہ صرف مثل فاقہ ہے اور دیگر روحانی فوائد سے محروم رہ جاتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام اس بارے میں فرماتے ہیں: بہت سے روزہ دار اپنے روزے سے بھوک و پیاس کے علاوہ کچھ اور فائدے حاصل نہیں کرتے اور بہت سے شب زندہ دار ہیں جو کہ صرف بیدار رہنے اور تھکاوٹ کے سوائے کچھ حاصل نہیں کرتے! شاباش ہے اُن پر جو کھاتے بھی ہیں اور سوتے بھی ہیں مگر زیرک اور ذہین ہیں (مقصد عبادت کو سمجھتے اور عمل کرتے ہیں) (۲)

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: جان لیں! روزہ ایک پردہ ہے کہ خدائے بزرگ نے اُس کو زبان، کان، آنکھوں اور دیگر اعضاء وجوارح پر ڈالا ہوا ہے اس وسیلے سے وہ چاہتا ہے کہ آتش دوزخ کے درمیان پردہ بنے۔ خدا نے تمام

۱۔ مستدرک الوسائل ۷/۳۶۷

۲۔ نہج البلاغہ/۱۱۵۴، حکمت ۱۴۵

اعضاء پر روزے کا ایک حق رکھا ہوا ہے اور جو اُن کی پابندی کرتا ہے وہ روزہ دار ہے۔ اور جو بھی اُن حقوق میں سے کسی کی پابندی نہیں کرتا ہے، اُس کے روزے کی اہمیت اُسی مقدار میں کم ہو جاتی ہے....(۱)

۱۔ مستدرک الوسائل ۷/۳۶۶

۱۰ ۔خواتین کا احترام

حضرت فاطمہ علیہا السلام: خِیارُکم .....أکْرَمُهم لِنسائِهِم (۱)

تم میں سے بہترین وہ ہیں.....جو خواتین کو عزّت کا مقام دیتے ہیں اور اُن سے حسنِ سلوک سے پیش آتے ہیں ۔ایک مرد و عورت جب شادی کرتے ہیں تو یہ دو انسانوں کے درمیان ارتباط کا سبب بنتا ہے اور انسانوں سے روابط برقرار کرنے پر اسلام نے بہت تاکید کی ہے ۔ دونوں کو ایک دوسرے کی شخصیت کا قائل ہونا چاہیے ۔ حقوق کا خیال رکھنا چاہیے جو اپنے لئے پسند کرے وہ ہی دوسرے فریق کے لئے بھی پسند کرنا چاہیے اور یہ ہی جذبہ عمومی روابط میں بھی کار فرما ہو.اس حکمت سے میاں بیوی سے لے کر دوسروں تک کے لئے کامیابی ہے

امام صادق علیہ السلام : بَدَ نُه مِنه فی تَعَبٍ و الناسُ منه فی راحَةٍ .....(۲)

۱۔نہج الحیاۃ ۱۶۸

۲۔کافی ۲۳۱/۲

وہ خود سختی برداشت کرتا ہے تاکہ دوسرے آرام حاصل کر لیں اگر اسی اہم معیار اور اصول پر سب سے پہلے ایک خاندان میں عمل ہو اور میاں بیوی ایک دوسرے کے لئے یہ جذبہ رکھیں تو اچھے معاشرے کے لئے بنیادی اینٹ فراہم ہو جائے گی۔ ہر ایک کی اپنی عادات ہوتی ہیں مگر اُن میں قدر مشترک تلاش کی جا سکتی ہے۔

ایسی صورت میں جب نا مناسب اور غیر معقول رسم و رواج پائے جاتے ہوں تو عقلی اور منطقی طریقے سے انہیں حل کرنے کی کوشش کرنا چاہیے سختی یا دباؤ سے بات بگڑ جاتی ہے، لہذا نرم لہجہ اور شائستہ رفتار کے ساتھ جلد یا دیر راہ نکل آتی ہے مگر اس کے لئے ہمت اور حوصلے کی ضرورت ہے کیونکہ یہ وقت طلب معاملہ ہے اور آہستہ آہستہ اس کا حل ہو گا۔ غصّہ اور جھنجلاہٹ کی بجائے نرم گفتاری اور ملائمت ضروری ہے۔

تیسرا اور اہم نکتہ یہ ہے کہ دونوں کچھ اصول و قواعد پر عمل پیرا ہوں اور شوہر و بیوی کے درمیانی روابط میں کسی قسم کا اختلاف و ناہمواری نہ ہو۔ یہ مشکل مرحلہ ہے اور اس کے لئے کتابِ حیات کا مطالعہ اور تجربہ بے حد ضروری ہے بالخصوص اس زمانے میں جب ازدواجی زندگی شروع ہوتی ہے اور پھر جب شور و شوق کچھ ماند پڑنے لگتا ہے اور اُس دوران جب جنسی کشش اور دوجانبہ مقناطیسی جاذبیت

میں کمی واقع ہونے لگتی ہے، اب جذبات کی جگہ عقل لے سکتی ہے بشرطِ کہ حکمت وذہانت سے کام لیا جائے۔ ان تین نکات پر توجہ کے ساتھ اور بھی بہت سے مسائل ہیں جن کا ازدواجی زندگی سے تعلق ہے اور جن کے بارے میں آیات اور روایات پیأمبر گرامی اور معصومینؑ میں تذکرہ ملتا ہے۔

وہ تعلیمات جن کا تعلق اسی مکتب سے مخصوص ہے اور جو ہر زمانے کے لئے مفید اور کارآمد ہیں اگر اُن کو سمجھ لیا جائے اور عمل ہو تو خاندان چپقلش اور ٹوٹ پھوٹ سے محفوظ و مامون ہو جائیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں ازدواجی زندگی گذارنے کے جو طریقے اور سلیقے وضع کئے گئے ہیں وہ فطرت سے مطابقت رکھتے ہوئے عقل وشعور کو اپیل کرنے والے ہیں(۱)

اس مرحلے پر کلمات گہر بار جناب سیدّہ عالمیان نقل کئے جاتے ہیں اور حکمت فاطمی کے سائے میں چند حدیثیں مزید بیان کی جاتی ہیں۔

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں: رسول اللہؐ ہمارے گھر تشریف لائے، فاطمہؑ چولہے کے پاس تھیں اور میں مسور کی دال صاف کر رہا تھا۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علیؑ! جو شوہر گھر کے کاموں میں بیوی کا ساتھ دے

۱۔ یہ موضوع ''ضوابط درروابط خانوادگی'' جلد نمبر ۸۔ الحیاۃ کے باب ۱۶ میں ۳۹۹/۵۸۶، میں تحریر کیا گیا ہے۔

اوراس میں غرور وتکبر نہ ہوتو اللہ تعالیٰ اس کا نام شہیدوں کے دفتر میں درج کرے گا...اے علیؑ! جو گھر کے کاموں میں بیوی کی مدد کرے اور غرور نہ کرے تو یہ عمل اُس کے گناہان کبیرہ کا کفارہ قرار پائے گا۔ یہ عمل جنت کے فرشتوں کا مہر قرار پائے گا اوراس کی نیکیوں اور درجات میں اضافے کا باعث ہوگا(۱)

ایک دوسرے کا احترام کرنا اور دوستی کرنا یہ موضوع دوطرفہ ہے اس لئے مرد پر لازم ہے بیوی سے محبت اور اُلفت کرے اور بیوی بھی شوہرداری کے لئے دل وجان سے فداکاری کے انداز میں ہمدرد بن کر خدمت کرے۔ چھوٹے چھوٹے مسائل سے اس رشتے میں دراڑیں نہ پڑنے دیں، بعض کی تعبیرات واقوال کے مطابق سردمہری کو پیدا نہ ہونے دے۔ امام علی علیہ السلام نے فرمایا: **اِنّ مِن جهادِ امَرأ ةِ حُسْنَ التَّبَعُّل لِزَوجها** (۲) بے شک اگر بیوی، شوہر کا خوب خیال رکھے (شوہر کی حاجتوں کا خیال رکھنا) تو یہ راہ خدا میں جہاد کی طرح ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: بیوی کے لئے جائز نہیں کہ اپنے شوہر پر اس کی حیثیت اور طاقت سے زیادہ دباؤ ڈالے اور ناجائز مطالبات پیش کرے اور نہ ہی دوسرے لوگوں کے سامنے شوہر کی شکایت کرے خواہ وہ عزیز ہوں یا بیگانے (۳)

۱۔الحیاۃ ۴۹۵/۸۔ ۲۔مستدرک الوسائل ۲۴۶/۱۴

۳۔الحیاۃ ۵۴۵/۸

١١۔ دانشمندوں کی ذمہ داری

حضرت فاطمہ علیہا السلام : هاتِی و سَلِی عَمّا بَدالَکِ أرَأیتِ مَن اکتریٰ یوماً یَصعدالِی سَطح بِحملٍ ثَقِیلٍ و کِراهُ مأةُ ألفِ دِینارٍ یَثقُل عَلیه ؟

فقالَتُ : لا . فقالت : اِکتَرَیتُ أنا بِکلِّ مَسألةٍ باکثَر مِن مِلءِ ما بینَ الثَّریٰ اِلی العَرشِ لُؤ لُؤاً، فَأحریٰ أن لا یثقُل عَلیَّ ، سَمِعتُ أبی "ص"، یَقول :اِنّ عُلماءَ شیعتِنا یُحشَرون ،فَیُخلَع علیهم مِن الکَراماتِ علیٰ قَدرِ کَثرةِ عُلومهم و جِدّهم فی اِرشادِ عبادِ الله..(١)

آؤاور جوچاہتی ہووہ پوچھ سکتی ہو،اگرکسی دن تمہیں ایک مشقت کا کام ملے کہ ایک وزنی چیزکوچھت پرلے جانا ہواوراُس کی اُجرت ایک لاکھ دینار(سونے کے سکّے) دی جائے تو کیاکسی کووہ کام دُشوارمحسوس ہوگا ؟ اُس خاتون نے جو سوالات کرنے آئی تھی کہا: بالکل نہیں۔حضرت فاطمہ علیہا السلام نے فرمایا:

١۔بحارالانوار ٣/٢

میں ہر سوال کے بدلے میں جو جواب دیتی ہوں تو جتنا فاصلہ زمین وعرش معلیٰ کے درمیان ہے، اُتنے جواہر کے برابر اَجر حاصل کرتی ہوں۔

حضرت فاطمہ علیہا السلام نے فرمایا: میں نے اپنے والدمحترم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے آپؐ نے فرمایا: بے شک ہمارے پیروکار شیعہ علماء کو روز حشر اکٹھا کیا جائے گا، اُن کے علم کے مطابق اُن کو قیمتی لباس پہنائے جائیں گے۔ یہ اُن کوششوں کی بنا پر ہوگا جو اُنھوں نے بندگان خدا کو علم سکھانے کی خاطر کی ہوں گی۔

علماء ودانشمندوں کی ذمہ داری بہت زیادہ ہوگی اور اُن کی زیادہ تر ذمہ داری لوگوں کے لئے علوم کی نشر واشاعت اور شناخت ومعرفت کا پھیلانا ہے۔

مذکورہ بالا حدیث اس کی شرح کرتی ہے اور وہ یہ کہ ایک خاتون حضرت فاطمہ علیہا السلام کے پاس آئی اور اس نے کہا کہ میری ماں بہت ضعیف ہو چکی ہے اور نماز کے مسائل پر عمل اُس کے لئے دشوار ہو چکے ہیں اور مجھے اُن کے بارے میں معلومات کے لئے آپؑ کے پاس بھیجا ہے کہ دریافت کروں۔

حضرت فاطمہ علیہا السلام نے سوالات کے جواب دینے پر آمادگی کا اظہار کیا. اُس نے دوبار سوال کیا، جناب سیدّہ نے بھی جوابات دیئے، تیسری بار پھر دہرائے یہاں تک کہ دس بار سوال پوچھا، حضرت فاطمہ علیہا السلام نے ہر مرتبہ

جواب دیئے۔

بیشتر سوال کرنے کی وجہ سے اَب وہ شرمندہ ہونے لگی اور کہنے لگی یا بنت رسول میں نے آپؐ کو پریشان تونہیں کر دیا؟ تب حضرت فاطمہ علیہا السلام نے اُس کو وہ کلمات کہے، جو آغاز کلام میں آئے ہیں۔

جو لوگ جاہل و لاعلم ہیں، اُنہیں تعلیم دینا صبر آزما مرحلہ ہے اور ہر عالم کے لئے لازم ہے کہ وہ حوصلہ رکھتے ہوئے دوسروں تک علم کو منتقل کرے۔

ابتدائی مدرسے سے لیکر یونیورسٹی تک، مراکز تربیت عمومی سے لیکر مراکز تربیت خصوصی تک، جیسے مساجد، امام بارگاہیں، انجمنیں ..... بالخصوص وہ مراکز جو سوالات کے جواب دینے کی خاطر تشکیل دیئے گئے ہیں، تو وہاں پر صبر اور برد باری سے کام لینے والے افراد ہوں تا کہ پوچھنے والوں کے ذہن میں جو چبھتے ہوئے یا بچگانہ سوالات ہوں اُن کے اطمینان بخش جواب دے کر انہیں شکوک و شبہات کے اندھیروں سے محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے.... ابو جعفر احول نے روایت کی: امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ابن طیار کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا: اُن کا انتقال ہو چکا ہے! آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اُسے بخشے اور اپنی رحمت اُس پر نازل فرمائے اور اُس کے چہرے کو روشن کرے کیونکہ اُس نے اہل بیتؑ کی حمایت میں اپنے

دن گذارے ہیں(۱)

ایک اور حدیث میں آیا ہے، امام صادق علیہ السلام سے عبدالاعلیٰ نے روایت کی ہے: میں نے امام صادق علیہ السلام سے عرض کیا: میرا کام لوگوں میں بحث و مباحثہ کرنا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: تم جیسے لوگ جو پہلے عوام میں گھل مل جاتے ہیں اور پھر اُنہیں مانوس کر کے اُن کے علم میں اضافے کا باعث بنتے ہیں وہ کامیاب ہیں البتہ وہ لوگ جو غرور سے کام لیتے ہیں اور الگ تھلگ رہتے ہیں تو وہ مناسب خدمت انجام دینے سے معذور رہتے ہیں(۲)

ان احادیث میں جو نمونے کے طور پر بیان کی گئی ہیں، دو اہم دستور، ذکر ہوئے ہیں۔

۱۔ علمی مباحثہ کرنے والے کی اپنی شخصیت اور اُس کو مناظرے کے طور و طریقے سے بخوبی آگاہی... عمیق مطالعہ...

۲۔ اہمیت شخصیت... ہر پڑھنے والے کو دوسروں سے علمی مباحث میں نہیں الجھنا چاہیے خاص طور سے اعتقادی مسائل میں، ممکن ہے وہ خود ہی بحث میں اُلجھ کر رہ جائے اور باعث شرمندگی وشکست ہو(۳)

۱۔ الحیاۃ ۴۶۴/۲

۲۔ نیز

۳۔ الحیاۃ ۴۶۵/۲

ساتھ ساتھ اس میں بلند حوصلگی، برداشت اور برد باری بھی لازمی ہے۔سوال کرنے والا کتنے ہی سوالات کرے،اُس کو مطمئن کرنے میں بے صبری یا اُلجھن کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔اُس کے پیشِ نظر جناب سیدؒ ہ کا درس رہنا چاہیے کہ دسیوں مرتبہ آپؑ سے سوال ہوئے اور آپؑ نے خوش دلی اور استقامت سے جواب دیئے۔

۱۲۔راسخ اور حقیقی شیعہ

حضرت فاطمه علیها السلام : شِیعتُنا مِن خِیارِ أهلِ الجَنَّة ،و كلُّ محبِّینا و مُوالی أولیائِنا و مُعادِی أعدائِنا ، و المُسلِمُ بقَلبِه و لِسانِه لَنا .لَیسُوا مِن شیعَتِنا اِذا خالفُوا أوامِرَنا و نَواهِینا ..... وهُم مَعَ ذلک فی الجنَّة ، ولكن بعدَ ما یُطَهَّرونَ من ذُنُو بِهِم بِالبَلایا و الرَّزایا أو فی عَرَصاتِ القیامةِ بِأنواع شَدائِدِ ها،أو فی الطِّبَقِ الأعلیٰ مِن جَهنّمَ بِعَذابِها ،اِلی أن نَستَنقِذهم بِحُبِّنا و نَنقُلَهم، اِلیٰ حَضرَتِنا (۱)

ہمارے شیعہ جنت کے بہترین ساکنین ہیں۔ ہمارے تمام محبّ ، اور ہمارے محبّوں کے محبّ اور ہمارے دشمنوں کے دشمن اور وہ جنہوں نے اپنے دل و زبان کے ساتھ اپنے آپ کو ہمارے آستانے کے سپرد کر رکھا ہے۔

اور وہ ہمارے شیعہ نہیں ہیں جو ہمارے فرمان سے انحراف کرتے ہوں اور

۱۔الحیاۃ ۲۱۷و۲۱۸

ہمارے نواہی کی مخالفت برتیں اگر چہ یہ بھی بہشت میں جائیں گےلیکن گناہوں سے پاک کئے جانے کے بعد، بلاؤں، مصیبتوں اور قیامت میں طرح طرح کے عذاب جھیلنے کے بعد یا جہنم کے طبقات بالا کا عذاب بھگتنے کے بعد ہماری محبت کی بنا پر نجات پالیں گے، ہم اُن کی شفاعت کرالیں گے۔

حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ اور بقیہ آئمہ علیہم السلام نے شیعوں کے لئے بہت سی خصوصیات بیان کی ہیں جو کہ قابل توجہ اور غور وفکر کے مقام ہیں، بعض فرمودات میں معیار اور کسوٹی بتائی گئی ہے کہ جس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ شیعہ کو کیسا ہونا چاہیے۔ یہ بہت سنجیدگی کے ساتھ غور وفکر کی دعوت دیتا ہے:

ا۔ شیعہ اندرونی اتحاد واتفاق کے مالک ہیں، اپنے درمیان ارتباط محکم رکھنے والے ہیں۔ امام علی علیہ السلام: ہمارے شیعہ .....اوامر کو زندہ رکھنے کے لئے (آئین و مذہب) ایک دوسرے سے رابطے میں رہتے ہیں (اجتماعی تعلقات رکھتے ہیں) (۱)

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: ایک دوسرے سے اُن کے گھر جا کر ملاقات کرو، اجتماعات منعقد کرو کیونکہ یہ کام ہمارے امر کو زندہ رکھنے کا سبب بنتا ہے (۲) اس کام سے ہر طرح کی دُوری، تفرقہ، بیگانگی ختم ہوتی ہے۔ نزاع اور تعصب و

ا۔ کافی ۲/۲۳۶

۲۔ الحیاۃ ۱/۱۰۸ و ۱۰۹

گروہ بندی سے بچو، ایسے لوگ سچّے شیعہ نہیں ہوسکتے۔

۲۔علمی اورادبی محفلوں کا ہونا،علم ودانش کے ساتھ غوروفکر کرنا، بالخصوص دین کے مسائل کا نشر عام کرنے کا بندوبست کرو۔

امام صادق علیہ السلام : ایک دوسرے سے ملاقات کرو کہ اس عمل سے تمھارے دل زندہ ہوتے ہیں اور اُن میں ہماری احادیث اور اخبار کا ذکر کرو تا کہ ہماری یاد سے تمھارا دل غافل نہ ہوں(۱)

۳۔ ہمارے شیعہ ایک دوسرے سے تعاون اور باہمی مدد کرتے ہیں۔امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے شیعوں کو تین چیزوں سے آزماؤ: نماز کے وقت کی پابندی...مال کی برابری اور بھائیوں کی مدد کرنے میں (۲)

۴۔آئمہ طاہرینؑ کے ساتھ بہت محبت رکھتے ہیں۔حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے شیعہ منتخب فرمائے ہیں جو ہماری خوشی میں خوش اور ہمارے غم میں غمگین ہوتے ہیں....(۳)

۵۔آئمہ اہلؑ بیت سے تمسک (اُن کی پیروی) باعث عزت وافتخار ہے۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہمیں لوگوں کے سامنے اس طرح پیش کرو کہ ہم

۱۔نیز

۲۔میزان الحکمۃ ۲۹۲۶/۶و۲۹۲۸

۳۔نیز

سے محبت پیدا ہو نہ کہ لوگ ہم سے دُوری اختیار کریں(۱)

۶۔شیعہ زیرک، ہوشیار اور دانش مند ہوتے ہیں۔ ہمارے شیعہ حالات و واقعات سے خوب آگاہی رکھتے ہیں اور اس کی علّتیں وعوامل اور باریکیوں کا خوب تجزیہ کرتے ہیں۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے شیعہ چار آنکھوں کے مالک ہیں، دو آنکھیں اُن کے چہرے اور دو آنکھیں اُن کے دل میں ہیں۔سب ہی انسان اِسی طرح ہیں فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری آنکھوں کو تو کھول دیا اور بینا بنا رکھا ہے مگر باقیوں نے خود اپنی آنکھوں کو نابینا بنا رکھا ہے(۲)

پس جہاں اجتماعی یا گروہی آگاہی ،غور وفکر یا ہوشیاری نہ رکھتے ہوں تو وہاں افوائیں، مغالطے، کجروی اور بے بنیاد رواج ملیں تو وہاں شیعہ نہیں ہوں گے کیونکہ سچے شیعہ، سطحی خیالات وسادگی اور افوائیں کو قبول نہیں کرتے اور اُن چیزوں سے دُور ہی رہتے ہیں(۳)

۱۔مستدرک الوسائل ۳۱۳/۸

۲۔کافی ۲۱۵/۸

۳۔اس بارے میں مزید توضیح کتاب الحیاۃ ۶۵۸/۸۔۶۶۲ کے صفحات سے رجوع کریں۔

۱۳۔ مجرمین کا انجام

حضـرت فـاطـمـه علیهـا السلام :... القِصاصَ حِقْناً لِلدِّماء.....(۱)

حضرت فاطمہ علیہا السلام: مجرموں کو سزا اور قصاص، معاشرے کے لئے حیات بخش ہے (احساس امنیت)

اس بات میں شک وتر دید کی گنجائش نہیں کہ اجتماعی زندگی اور سماجی ڈھانچے کی بقا اور ترقی کے لئے امن وامان کا برقرار رکھنا اور قانون کی حکمرانی از بس ضروری ولازمی ہے۔قانون کا ایسا اجرا جس میں سب لوگ برابر ہوں اور کسی قسم کی تفریق وامتیاز نہ ہو خواہ کوئی بہت با اَثر ہو یا بڑا سرمایہ دار وزمین دار وغیرہ، معاشرے میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ جن کا کام دوسروں کے حقوق اور امن پر ڈاکہ ڈالنا اور تجاوز کرنا ہے یہ لوگ کسی بھی منطقی کلام وو ہدایت سے قانونی راستے پرنہیں آتے اور دوسروں کے حقوق، فردی یا اجتماعی کے قائل نہیں ہوتے

۱۔ نہج الحیاۃ ۱۰۴/

اور نہ قانون کے سامنے اپنا سر جھکاتے ہیں۔ وہ صرف سخت سزا ہی کے ذریعے قابو میں رکھے جا سکتے ہیں۔ قانون اُس وقت تک ٹھیک کام نہیں کرتا جب تک اُس پر پوری طرح عملدر آمد نہ کیا جائے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ قوۃ مقنّنہ و عدالتیں حکومتوں کی تیز دھار شمشیریں ہیں۔ اگر یہ شمشیر، رشوت و پارٹی بازی سے زنگ آلود ہو جائے، رابطے، ضابطوں اُس پر حاوی ہو جائیں، تو پھر قانون غیر مؤثر ہو جائے گا غنڈے، بدمعاش اور منافع خور بغیر خوف وخطر، حق خوری و قتل و غارت پر اُتر آئیں گے۔ گھروں اور بازاروں کا امن و امان غارت ہو جائے گا۔ معاشرے میں افراتفری پھیل جائے گی اور بالآخر تباہی اور بربادی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا کہ تمام گوشہ و کنار سے بالخصوص اقتصاد سے دُوری ہو جائے گی تو پھر معاشرہ ترقی کی منزلوں سے رُک جائے گا اور بعد میں بالآخر سقوط کا شکار ہو جائے گا!

دُرست اسی طرح ہے جو حکمتِ فاطمی کے اس حصّے میں آیا ہے: قصاص اور مجرموں کے لئے سزا در حقیقت خون وزندگی و مال و ناموس اور حیثیتِ افراد کے لئے محافظ ونگہبان ہے۔ آپؑ کا بیان قرآنی تائید رکھتا ہے "..... وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يَآ اُولِى الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ "(۱)

۱۔ سورہ بقرہ ۱۷۹/۲

اور تمھارے لئے قصاص میں زندگی ہے، اے صاحبان عقل! شاید کہ تم متقی بن جاؤ۔

لوگوں کا جان و مال اور آبرو محترم ہے۔قاتلوں اور غارت گروں کو قصاص کے ذریعہ سے روکا جاتا ہے تاکہ خون ریزی نہ ہو تمام انسانوں کی زندگیاں محفوظ رہیں۔اسی طرح جو دوسروں کے مال کو طمع کی خاطر لوٹ مار کرتا ہے، دوسروں کے حقوق پر ڈاکا ڈالتا ہے، جان و مال اور امن وسکون کی بربادی کا باعث بنتا ہے، پس اس سے قصاص لینا اور قانون کا سزا کو لاگو کرنا، لوگوں کی محافظت اور اطمینان کے لئے ضروری ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **حُرمَةُ مالِه (المؤمن) کحُرمَةِ دَمِه** (۱)

مومن کے اموال کی حرمت، مومن کے خون کی حرمت کی طرح ہے۔

دوسروں کے اموال کو ناجائز طریقوں سے لوٹنے والوں، چوروں، اور فراڈیوں کو انسانی قاتلوں سے کم تر نہ جانا جائے، اور اُن کو ہر حالت میں اُن کے انجام تک پہنچایا جائے ، اُن کے اَثر ونفوذ کو عدالتوں سے روکا جائے۔خفیہ ادارے اُن پر کڑی نگاہ رکھیں اور ان کی وارداتوں کے راستوں پر سخت پہرہ

۱۔الحیاۃ ۲۰۳/۳

لگائیں تاکہ اقتصادی امنیت برقرار رہے اور سرمایہ گذاری، صنعت کاری سب کے لئے یکساں ہوجائے۔

امام علی علیہ السلام نے اپنے بعض نمائندوں کو اپنے خط میں لکھا: اللہ سے ڈرو لوگوں سے ناجائز طریقے سے لیا جانے والا مال اُنہیں واپس کرو، اگر تم نے ایسا نہ کیا، تو جب بھی میرا ہاتھ تم تک پہنچے گا، تلوار سے تم سے جنگ کروں گا اور میرا سزایافتہ جہنم میں داخل ہوجائے گا۔ خدا کی قسم! اگر حسنؑ و حسینؑ کوئی غلط کام انجام دیں تو اُن کے حق میں بھی کوئی سستی نہیں برتوں گا اور میری طرف سے کوئی جانبداری تمہیں نظر نہیں آئے گی یہاں تک کہ حق کو اُن سے حاصل کرلوں گا اور باطل کو جو اُن کے ستم سے موجود پاؤں گا، برطرف کردوں گا (۱)

قرآن کریم دوسروں کے اموال کو ناجائز طریقے سے لینے والے کو خواہ وہ کسی خاص آدمی کا ہو یا اجتماعی حیثیت کا حامل ہو، اُسے انسانی قتل و غارت سے تعبیر کرتا ہے۔ اس بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ”یَآ اَیُّھَاالَّذِینَ اٰمَنُوا لَا تَأ کُلُوا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ.....وَ لَا تَقْتُلُوا اَنفُسَکُمْ“(۲)

اے مومنین! اپنے آپس کے اموال کو غیر قانونی اور ناجائز طریقوں سے ہڑپ نہ کرجاؤ اور.....ایک دوسرے کو قتل نہ کرو۔

۱۔ نہج البلاغہ ۹۵۷

۲۔ سورہ نساء ۲۹/۴

قرآنی آیات کے بغور مطالعہ سے اس بات کا مفہوم سمجھا جا سکتا ہے کہ دوسروں کے اموال کو ناجائز طریقوں سے حاصل نہ کرو۔ بات بالکل واضح ہے کہ کوئی بھی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جس کے ذریعے دوسروں کے مال پر ڈاکہ ڈالا جائے، وہ ناجائز، غیر قانونی اور استحصال ہے جس سے عمومی سطح پر بے اطمینانی اور غارت گری کے اسباب فراہم ہوتے ہیں۔ قرآن نے اموال ثروت اور نفس کشی کو متعدد آیات میں برابر کا جرم قرار دیا ہے "أموالکم و أنفسکم"، اور یہ بھی مال کی اہمیت اور حیثیت پر ایک دلیل ہے (۱) اسی بنا پر اموال پر تجاوز کرنا ایسے ہے جیسے لوگوں کا خون بہایا جائے لہذا اس جرم کی بھی سخت سزا ہونا چاہیے اگر حکم خدا پر عمل کرنا ہے۔

۱۔ الحیاۃ ۳/۲۰۴

۱۴۔صلۂ رحمی

حضرت فاطمہ علیہا السلام:.....و فَرَضَ اللّٰہُ صِلَةَ الْأَرْحامِ مَنْماةً لِلعَدَد.....(۱)

حضرت فاطمہ علیہا السلام مسجد مدینہ میں فرماتی ہیں.....اللہ تعالیٰ نے صلۂ رحمی کو واجب کیا ہے تا کہ خاندان میں اضافہ اور برکت ہو۔

یہ بات فطرت انسانی میں داخل ہے کہ وہ اپنے قریبی رشتہ داروں اور عزیزوں سے میل جول اور تعلق رکھتا ہے اور یہ سماج اور معاشرے کے قیام کے لئے اہم اور بنیادی عنصر ہے۔دینی تعلیمات میں بھی اس پر بطور خاص اہمیت دی گئی ہے اوراس کی قدر و قیمت کو نمایاں کیا ہے۔

مغرب کے نظام سرمایہ داری اور صنعتی معاشرے کا ایک خراب نتیجہ یہ نکلا ہے کہ خاندان کے دائرے کومحدود بنا کر رشتوں کی حرمت کو پائمال کر دیا ہے، صنعتی ماحول نے زیادہ کام کی خاطر، وسعت خاندانی رابطوں کومحدود کر دیا اور

۱۔الحیاۃ ۱۱۰/۸۔علل الشرائع ۲۴۸

احساسات قربت و یگانگت کو سرد مہری کا شکار بنا دیا بعض مشرقی اور ایشیائی ممالک میں صنعتی میدان میں ترقی کے باوجود خاندانی اصالتوں کی پاسداری موجود ہے اور خاندان میں دُور تک کی رشتہ داریوں کا تعلق باقی ہے۔ بزرگوں یعنی والدین، دادادادی، نانانانی اور پھوپھا، چچا وغیرہ کا احترام بھی باقی ہے۔

اسلام بھی اپنے سماجی نظام کے مطابق، خاندان سے منسلک رہنے کی خاص اہمیت کا قائل ہے اور خاندانی رابطے اور افرادِ خاندان اگرچہ دُور ہی کے کیوں نہ ہوں، اُن کے حقوق کو خاص اہمیت دیتا ہے۔ آیات قرآن اور تعلیماتِ حدیث اِس بارے میں بہت زیادہ ہیں۔ از جملہ اس بارے میں حکمتِ فاطمی میں اِس کا اشارموجود ہے، یہی تعلقات اور آپس میں ایک دوسرے کی خوشی وغم میں شریک ہونا صلۂ رحمی ہے۔

قرآن کریم میں ہے: وَاتَّقُو اللّٰهَ الَّذِی تَسَآءَ لُونَ بِهِ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا(۱)

اللہ تعالی سے ڈرو کہ اُسی کے نام سے ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو۔ اور رشتہ داروں کا خیال رکھو، کہ اللہ تعالیٰ کی نظر تمھارے اُوپر ہے۔

جمیل بن درّاج کہتا ہے، امام صادق علیہ السلام سے اِس آیت کے معنی کے

۱۔ سورہ نساء ۴/۱

بارے میں ,,۔۔۔وَاتَّقُوااللّٰہَ الَّذِی تَسَآءَ لُونَ بِہِ وَالْاَرْحَامَ ۔۔۔,,پوچھا: امامؑ نے فرمایا: ارحام سے مراد وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالی نے اُن سے وابستگی رکھنے کا حکم دیا ہے اور اِس (صلہ رُحم) کو اہمیت دی ہے۔کیا نہیں دیکھ رہے کہ اللہ تعالی نے ارحام (وافراد خاندان) کو اپنے ساتھ ایک جملے میں قرار دیا ہے(۱)

امام صادقؑ نے ایک دوسری حدیث میں پیغمبرؐ سے روایت کی ہے: صلہ رحم عمر کو زیادہ کرتا ہے(۲)

امام علی علیہ السلام نے پیغمبرؐ سے روایت کی ہے:صلۂ رحم (قیامت کے دن) حساب کے مرحلے کو آسان بنادے گا اور ناگہانی موت اور اُس کی سختی سے نجات دیتا ہے(۳)

امام صادق علیہ السلام نے مُیسر سے فرمایا: کتنی ہی مرتبہ تمھاری موت کا لمحہ آپہنچا تھا لیکن تمھارے صلہ رُحم کرنے سے خداوند نے اُس کو تجھ سے دُور کردیا(۴)

یہ موضوع قابل توجہ ہے کہ کم سے کم صلہ رُحم، کسی کی خیر و عافیت دریافت کرنا ہے۔

۱۔بحارالانوار ۷۴/۹۷ و ۹۸

۲۔بحارالانوار ۷۴/۹۴

۳۔نیز

۴۔نیز ۷۴/۱۰۰

اور حقیقی معنوں میں صلہ رحمی، حاجتوں کو پورا کرنا اور اُن کی مشکلات کو دُور کرنا ہے اور یہ عمل، ایک عائد کردہ ذمہ داری ہے۔

امام علی علیہ السلام نے ایک حدیث میں فرمایا: کوئی تم میں سے اپنے اقارب کو نہ بھولے، جب بھی اُن کو کوئی مشکل پیش آئے تو اُس کو دُور کرنے کے لئے اپنے مال میں سے خرچ کرے (۱)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بہترین صدقہ (نیک کام) یہ ہے کہ اپنے افراد خاندان کے لئے اچھے عمل انجام دے اُن کے لئے بھی جن کی نسبت کینہ ہو(۲)

۱۔ نیز ۷۴/۱۰۱

۲۔ نیز ۷۴/۱۰۳

۱۵۔معاشرے کی اصلاحات کی راہیں

حضرت زینب علیہا السلام نے حضرت فاطمہ علیہا السلام سے روایت کی:

فَفَرَضَ اللّٰہُ تعالی ...الأمْرَ بِالْمَعرُوفِ مَصْلَحۃً لِلعَامَّۃِ.....(۱)

اللہ تعالی نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو، عام لوگوں کی مصلحت کے مدّ نظر فرض فرمایا ہے۔

لوگوں کی روزمرہ کی انفرادی واجتماعی زندگی میں تغیر وتبدیلی کسی مضبوط اساس اور بنیاد پر ہونا چاہیے اور پھر ہر ایک کے لئے قابل قبول بھی ہو کہ رائج العوام ہو جائے اگر ایسا نہ ہو تو ممکن ہے، معاشرے کے کچھ حصّوں میں اصلاحات ہو جائیں لیکن مکمل معاشرہ تبدیل نہ ہوگا۔تغیّر وتبدیلی اس صورت میں وجود میں آئے گی جب معاشرے کے تمام افراد اس تبدیلی کے لئے مشترک ہو جائیں نہ کہ ایک گروہ یا کوئی خاص طبقہ۔خاص گروہ اس کی صلاحیت نہیں رکھتے کہ عمومی تبدیلی پیدا کر سکیں۔ممکن ہے لوگ اس پر مثبت ردعمل بھی کر لیں مگر وہ پائیداری

۱۔علل الشرائع ۲۴۶/، بحار الانوار ۱۰۷/۶۔

حاصل نہ کر سکے اس بنا پر ہر طرح کی معاشرتی اصلاحات اور تبدیلی، معاشرے کے ہر فرد پر ضروری ہے۔ اور سب یکساں طور اصلاح معاشرہ میں مشارکت اور تعاون کریں تاکہ بدکرداری و بدرفتاری و ناجائز طریقوں کو تبدیل کر کے درست راستہ اختیار کر لیں۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر ،حکمتِ فاطمی کی اساس پر، مصالح عمومی میں شمار ہوتا ہے۔

اسلام کا آئین اور نظام، روابط و تعلقات کے اسباب و علل کو، اپنے سامنے پیش نظر رکھتا ہے اور معاشرے کے تکامل کی جستجو و تلاش کرتا ہے اور اسی مقصد کے حصول کے لئے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو واجب قرار دیا گیا ہے۔

۱۔ ولایت و سرپرستی معاشرتی و عمومی یعنی سب لوگ ایک دوسرے پر، ایک طرح کی، محدود سرپرستی (ولایت) رکھتے ہیں۔

"وَالْمُؤْمِنُونَ وَ الْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ"(۱)

مومن مرد اور مومنہ عورتیں ایک دوسرے کے سرپرست ہیں...

۲۔ عمومی ذمہ داریاں، یعنی تمام لوگ بغیر استثناء کے معاشرہ کے مسائل میں جوابدہ اور ذمہ دار ہیں۔ پیغمبر اکرم نے فرمایا: كُلُّكُم راعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ

۱۔ سورہ توبہ ۹/۷۱

عَن رَعِیَّتِہ.....(۱)

تم سب ایک دوسرے کے نگہبان ہو۔اورسب ذمہ داری میں برابر شریک ہیں۔

امام باقر علیہ السلام، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:.....میں تبلیغ رسالت کا ذمہ دار ہوں اور تم کتاب اللہ اور میری تعلیم کردہ سنت پر عمل کرنے کے ذمہ دار ہو(۲) امر بالمعروف کے لئے یہ دو بنیادی اصول ہیں جن پر عمل کرنا ہر ایک کے لئۓ ضروری ہے۔

یہ اصول قرآن کی منشاء اور صریح حکم کے عین مطابق ہے جن پر عمل پیرا ہونے والوں کو خیر اُمت قرار دیا گیا ہے۔

"کُنتُم خَیرَ اُمَّةٍ اُخرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ تَنْهَونَ عَنِ الْمُنکَرِ(۳)

تمام بنی آدم میں تم بہترین اُمت ہو، اوروں کو معروف کاموں کا حکم دیتے ہو اور ناشائستہ کاموں سے دُور رکھنے کی کوشش کرتے ہو۔

ایک پسندیدہ معاشرہ کو تشکیل دینا اور اُسے بلند جگہ پر پہنچانا کہ بہترین

ا۔الحیاۃ ۲۸/۸

۲۔کافی ۶۰۶/۲

۳۔سورہ آل عمران ۱۱۰/۳

اُمت قرار پائے، سب کے لئے اپنی ذمہ داری کا احساس دلاتی ہے کہ سب سماجی بُرائیوں اور منکرات سے مبارزہ کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ سب سے پہلے وہ زبان سے کام لیں اور امر بالمعروف کریں۔

اس طرح کی اُمت محکم و پائیدار ہے اور ہر قسم کے آفات اور سازش کا مقابلہ کر سکتی ہے۔

اس کے برعکس بشریت کے دشمن انسانی آزادی کا فریب دینے والا نعرہ اور پروپیگنڈا کرتے ہیں اور اس کے سایہ میں فساد و خرابی اور بے حیائی کو ملتوں کے درمیان فروغ دیتے ہیں بالخصوص نسلِ جوان کو اپنا ہدف قرار دیتے ہیں۔ اور دینی بنیادوں کی اہمیت کو کمزور کرتے ہیں اور اُن کی اندرونی کیفیت و اساس کو متزلزل بناتے ہیں۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نیکی کی دعوت دو اور بُرائی سے روکو، ورنہ خدا تمہیں پریشانی اور زبون حالی میں مبتلا کر دے گا۔ جیسے کہ میرے ہاتھ میں عصا ہے۔ درخت سوکھ گیا اور اسے کاٹ کر ٹکڑے کر دیا گیا(۱)

۱۔ مستدرک الوسائل ۱۲/۱/۱۷

۱۶۔حاکمان الٰہی کی خصوصیات

حضرت فاطمہ نے فرمایا:...وَاللّٰہِ لو تکافُّوا عَن زِمامٍ نَبَذہ رسُولُ اللّٰہ اِلیہ لَا عْتَلَقَہ،ولَسارَ بِھم سَیراً سُجُحاً ،لا یَکلُمُ خِشاشُہ ،ولا یُتعتَع راکِبُہ، ولاورَدَھم مَنْھلاً نمیراً فَضْفاضاً،تَطْفَحُ ضَفَّتاہ، ولأ صدَرھم بِطاناً ،قد تَخیَّر لَھم الرَّیَّ غیرَ مُتَحلٍّ مِنہ بِطائِل، اِلّا بِغُمَر الماء ورَدعِہ سَورَۃَ الساغِب ،ولَفُتِحَتْ عَلیھم بَرکاتُ السَّماءِ والأرضِ،وسَیأخُذُھم اللّٰہِ بما کانُوا یَکْسِبُون(۱)

حضرت فاطمہ علیہا السلام نے فرمایا:۔۔۔خدا کی قسم!اگر زمام کواُسی ہاتھ میں رہنے دیتے (امام علیؑ) جسے پیغمبرؐ اسلام نے دیا تھااوران سے نہ چھین لیتے تو(علیؑ) صلاحیتوں اورتوانائی کے ساتھ اس امت کو لے کر چلتے کہ ایک کوبھی شکایت نہ ہوتی اور نہ کوئی لڑکھڑاتا۔وہ امت کوایسے چشمے پر لے جاتے جہاں آب شریں سے سب سیراب ہوتے اورجس کے کسی بھی کنارے سے سیراب

۱۔بحارالانوار۴۳/۱۵۸،معانی الاخبار۲/۳۳۷،ذراسے اختلاف کے ساتھ

ہونا ممکن ہوتا۔

وہ خود اس (حکومت) سے ہرگز کوئی ذاتی فائدہ حاصل نہ کرتے سوائے ایک کوزے کے جس سے بمشکل پیاس بجھا جاسکتی ہو یا اس اندازے سے کہ بھوک کی شدت اِس سے کم ہوجائے (یہ اشارہ ہے کہ اُمت حضرت علی علیہ السلام کی زمامداری سے تمام انسانی اہداف اور قرآنی اہمیت تک پہنچتی) تو آسمانی اور زمینی برکات کے دروازے اُمت پر کھول دیئے جاتے ہیں۔لیکن خود اُنھوں (اُمت) نے اپنے ہاتھوں سے یہ سب کچھ کیا ہے تو خداوند بہت جلد اُن کو، اُن کے انجام تک پہنچا دے گا۔

حضرت زہرا علیہا السلام کی یہ انتہائی عمیق وحکیمانہ گفتگو، اُن مہاجر و انصار خواتین کے لئے ہے جو عیادت کے لئے آئی تھیں۔حضرت فاطمہ علیہا السلام نے حمد خداوند اور اپنے پدر بزرگوار پر درود کے بعد، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جو دردناک واقعات رونما ہوئے، اُن کی طرف اشارہ فرمایا۔اور اپنے اس کلام کے بعض حصّے میں حاکمانِ الٰہی کی خصوصیات کو ظاہر فرمایا ہے۔

علامہ مجلسی نے آپؑ کے کلام کے الفاظ کی شرح میں فرمایا: حدیث کا مفہوم اور خلاصہ یہ ہے: اگر اُن میں سے ہر ایک، دوسرے کو اس سلسلہ کے ساتھ

مضبوطی سے وابستہ رہنے کی تاکید کرتا، جو پیغمبرؐ۔۔۔۔۔اپنے بعد چھوڑ کر گئے تھے (یعنی ولایت اور سرپرستی اُمت، پیغمبرؐ کے بعد) تو امیرالمومنین علیہ السلام ،اُن کی مہار تھام لیتے اور (احساس ذمہ داری کی بنا پر) اُن سے شفقت اور مہربانی سے پیش آتے۔اُن کو محبت سے،اس کے بغیر کہ احکام الٰہی میں کسی قسم کی رعایت کردیں یا خداوند کی حدود میں سے کسی حد سے تجاوز کریں۔بغیر اس کے کہ اُمت پر سختی کریں اور اُن کی طاقت سے زیادہ اُن کو عمل کا کہیں۔وہ لوگوں کو دو جہانوں میں رفاہ وآسائش کی زندگی گذارنے کا سامان فراہم کرتے۔وہ خود اپنے عہدہ یا مقام حکومت سے کوئی ذاتی خواہشات کی تکمیل نہ کرتے بہ جز ضروریات زندگی۔۔۔(۱)

اس حکمت آمیز کلام میں جناب زہرا علیہا السلام نے ایک کلی سیاست کو بیان کیا ہے اور ایک عوامی صالح حکومت کے طریق حکومت کے بارے میں گفتگو کی ہے کہ وہ دنیا میں مادی رفاہ اور آخرت کے لئے معنوی سعادت کا سبب بنتی ،نہ یہ کہ حکومتی مناصب وبیت المال میں بندر بانٹ اور اقربا پروری کی جائے اور مراعات یافتہ طبقہ اور محرومین کا طبقہ معرض وجود میں لایا جائے۔اہل حکومت کا کام محض عدالت کے قیام اور پسماندہ افراد کے بارے میں خوبصورت

۱۔بحارالانوار ۴۳/۱۶۷۔

تقاریر نہیں بلکہ عملی اقدام کرنا ہے۔ وہ جھوٹے پروپیگنڈے کا سہارا نہیں لیتے۔

علامہ مجلسی کا وہ جملہ جو حکمت فاطمی کی شرح میں آیا ہے قابل غور ہے بالخصوص:... بغیر اس کے کہ اُمت کو سخت پکڑا جائے اور اُن کی طاقت سے زیادہ اُن پر وزن ڈالا جائے۔۔۔ مظلوم ومحروم انسانوں کے اچھے مستقبل کی نوید اور عقدہ کشائی ہو سکے (۱)

۱۔ مزید معلومات کیلئے ,,ویژگیھای حکومتھای صالح,, جلد ۱۰ الحیاۃ باب ۲۴ کا مطالعہ فرمائیں

۱۷۔ دُعا کے اوقات

حضرت فاطمہ علیہا السلام نے فرمایا: **سَمِعتُ النبیَّ (ص) یقول: اِنَّ فی الجُمُعةِ لَساعةً لا یُراقِبُها رجلٌ مسلمٌ یَسألُ اللّٰهَ عزّوجلّ فِیها خَیراً اِلّا أعطاهُ اِیّاه.**

فَقُلتُ: یا رَسُولَ اللّٰهِ، أیُّ ساعَةٍ هِیَ؟ قال: اِذا تَدَلّی نصفُ عینِ الشَّمسِ لِلغُرُوبِ(۱)

حضرت فاطمہ علیہا السلام فرماتی ہیں: میں نے پیغمبرؐ سے سنا آپؐ نے فرمایا: روز جمعہ، اُس میں ایک ایسا وقت ہے جس کی ہر مسلمان کو محافظت کرنی چاہیے، اُس وقت اللہ تعالی سے جو چیز مانگی جاتی ہے، اللہ تعالی اُس کو عطا فرماتا ہے۔

میں نے پوچھا: یا رسولؐ اللہ وہ کون سا وقت ہے؟ پیغمبرؐ نے فرمایا: جب خورشید نصف غروب ہو چکا ہو۔

۱۔ مسند فاطمۃ الزہرا ۱/۵۳

اس کے بعد حضرت فاطمہ علیہا السلام کا یہ معمول بن گیا، روز جمعہ خورشید کے غروب کے وقت کسی کو فرماتی کہ چھت پر جاؤ جب سورج آدھا غروب ہو جائے تو مجھے بتاؤ تا کہ میں دُعا طلب کروں۔

خداوند کے حضور دُعا و مناجات کرنا بہت خصوصیت کا عمل ہے۔اور دُعا خداوند سے رابطے کا بہترین ذریعہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دُعا مومن کا اسلحہ، ستون دین اور زمین وآسمان کے لئے روشنی ہے(۱)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری حدیث میں فرمایا: دُعا مغز عبادت ہے(۲)

آداب وشرائط دُعا میں ضروری ہے کہ اسلامی اصولوں پر سختی پر عمل کرے یعنی گرانفروشی سے مکمل دُوری، غیر مفید اور نا مناسب چیزوں کی جھوٹی اور غلط تعریف کر کے خریدار کو فریب دینا وغیرہ۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جو یہ چاہتا ہے کہ اُس کی دُعا قبول ہو جائے، تو لازمی ہے اپنے کاروبار کو پاک کرے(۳)

۱۔کافی ۴۶۸/۲

۲۔میزان الحکمۃ ۱۶۴۴/۴

۳۔بحار الانوار ۳۷۳/۹۳

دُعا کی قبولیت میں خاص اوقات کی پابندی وہ وقت جو ہمیشہ ہماری قبولیت دعا میں مؤثر اور ہمارے لئے اُن لمحات میں دعا کرنا بھی بالکل ممکن ہے جیسے کہ نماز ختم ہوتے ہی،سلام کے بعد پہلو بدلے بغیر خلوص قلب کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں دعا کے لئے ہاتھ بلند کریں،البتہ دُعا کا آغاز واختتام محمد وآل محمد علیہم السلام پر درود بھیجیں۔ دعا میں اپنے ساتھ دیگر احباب واقربا، ہمسائے اور وہ تمام لوگ جن کا کچھ بھی حق ہے(جیسے استاد،اچھے مشورہ دینے والے...) سب کو دعا میں شامل کریں اور سب کی دین و دنیا میں سلامتی و عافیت کے لئے خصوصی دعا کریں۔

امام رضا علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے:

مَن أدّىٰ فَرِيضَةً؛فلَه عِند اللّٰهِ دَعوةٌ مُستجابَة (۱)

جو بھی نماز واجب ادا کرتا ہے،تو خدا کی بارگاہ میں اُس کی دُعا مستجاب ہے(یعنی نماز میں اور اُس کے بعد دُعا کرے گا تو دُعا قبول ہوگی)

صبح سویرے کا وقت بھی دُعاؤں کے مستجاب ہونے کا وقت ہے۔

پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔۔۔:بہترین وقت اللہ تعالی کے حضور دُعا کریں اور وہ وقت،سورج طلوع سے پہلے کا وقت ہے،اس کے بعد آپؐ نے

۱۔عیون اخبار الرضا علیہ السلام ۲۸/۲

اس آیت کی تلاوت فرمائی جو یعقوبؑ پیغمبر سے ہے "سَوفَ أستَغفِرلَکُم ربی"، عنقریب اپنے پروردگار سے تمہارے لئے طلب بخشش کروں گا۔

حضرت یعقوبؑ کا دُعا کرنا، اُن کے لئے (برادران یوسف) صبح کے وقت پر رکھا(۱)

امام باقر علیہ السلام کے حکمت آمیز کلام میں آیا ہے کہ دعا کے لئے پانچ وقت بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ یہ پانچ وقت غنیمت جانیں، قرآن مجید کی تلاوت کے وقت، جب اذان کی آواز سنیں، جب بارش ہونے لگے، جب دو صفیں شہادت کے لئے آمادہ ہوجائیں (جہاد راہ خدا میں) جب مظلوم دُعا کرے، کہ عرش سے اِس وقت پردے ہٹا لئے جاتے ہیں(۲)

دُعا کرتے وقت ضروری ہے کہ پہلے دوسروں کے لئے دُعا کریں اِس کے بعد اپنے لئے دُعا کریں اور اسی طرح سے دوسروں کا احساس کریں کہ یہ طریقہ حیات بخش ہے۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو بھی اپنی دُعا سے پہلے، چالیس مومنین کے لئے دعا کرتا ہے، اُس کی دُعا مستجاب ہوجاتی ہے(۳)

۱۔کافی ۲/۷۷۴

۲۔الحیاۃ ۲/۲۵۳

۳۔میزان الحکمۃ ۴/۱۶۶۸

۱۸۔سادگی اورسادہ زندگی کرنا

حضرت فاطمہ علیہا السلام نے فرمایا:**یا رسُول اللّٰہِ، اِنَّ سلمانَ تَعَجَّبَ مِـن لبـاسی، فَوَالَّذِی بَعَثکَ بِالحَقِّ مالی و لِعَلِیٍّ مَنذَ خمسِ سِنینَ اِلّا مِسْکُ کَبْـشٍ نَعـلِفُ علیهـا بِـالنَّهـارِ بَعِیرَنا فَاِذا کانَ اللیلُ اُفْتَرشْناه، و اِنّ مِرْفقَتَنا لَمِن اَدَمٍ حَشْوَها لِیفٌ.**

فقال النبیّ (ص)یاسَلمان اِنّ ابُنَتِی لَفِی الخَیلِ السَّوابِقِ(۱)

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ،سلمان میرا لباس دیکھ کر حیران ہوگیا ۔اُس کی قسم ! جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔پانچ سال ہو چکے ہیں کہ میرے اور علیؑ کے پاس ایک بھیڑ کی کھال کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے کہ دن میں ہمارا اُونٹ اس پر سے خوراک کھاتا ہےاور رات کو ہم اُس کو اپنا بستر بناتے ہیں۔اور ہمارے چمڑے کے تکیے میں کھجور کے درخت کے پتے بھرے ہوئے ہیں۔پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

۱۔بحارالانوار ۸۸/۴۳؛الحیاۃ ۳۴۵/۲۔۳۴۶

اے سلمان؛ میری بیٹی (ترک دُنیا اور اللہ سے لو لگانے میں) سب سے اگلی صف میں شامل ہے۔

اس حدیث کا مقصد حضرت فاطمہ علیہا السلام کی سادہ زندگی کے بارے میں ہے جو بہت ہی توجہ کے قابل ہے۔

جب یہ آیات پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئیں: ''وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَموعِدهُم أجْمعين .لَها سَبعَةُ ابوابٍ لِكلِّ بابٍ مِنهم جُزءٌ مَقسُوم''

جہنم تمام لوگوں کے لئے وعدہ گاہ ہے۔ اُس کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازہ، ایک گروہ کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر بہت سخت گریہ کیا۔ اصحاب بھی آپؐ کے گریہ کرنے سے رونے لگے۔ مگر یہ نہ جان سکے کہ جبرائیل کون سی آیت لے کر آئے ہیں، کسی بھی صحابی میں آپؐ سے استفسار کرنے کی جرأت نہ تھی۔

مگر یہ بات صحابہ کے علم میں تھی کہ جب بھی پیغمبر اکرم حضرت فاطمہؑ کو دیکھتے شاد ہو جاتے تھے، اسی بنا پر ایک صحابی حضرت فاطمہ علیہا السلام کے دروازے پر گئے اور وہاں محسوس کیا کہ آپؑ چکّی سے (جو کا) آٹا پیس رہی ہیں اور ساتھ

فرمارہی ہیں ’’وَ مَا عِنـدَ اللّٰہِ خَیرٌ و أبقٰی‘‘ جوبھی خدا کے پاس ہے خیر اور باقی رہنے والا ہے۔پس اُس نے آپؑ پر سلام کیا،اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گریہ کرنے کی خبر آپؑ کو سنائی۔

حضرت فاطمہ علیہا السلام کھڑی ہوئیں اور پُرانی چادر جو آپؑ کے پاس تھی اُسے زیب تن کیا،اُس میں جگہ جگہ پیوند لگے ہوئے تھے(۱)

جب جناب سلمان نے حضرت زہرا علیہا السلام کو اس چادر میں ملبوس دیکھا تو رونے لگے اور کہا: وا مصیبتا ! قیصر و کسریٰ کے گھرانے کی عورتیں حریر و دیبا کے لباس استعمال کریں اور عالمین کے سب سے بڑے رسولؐ کی چہیتی صاحبزادی پیوند لگے چادر کو اوڑھے !

حضرت علی علیہ السلام نے بنی سعد کے ایک آدمی سے فرمایا؛ فاطمہؑ پیغمبرؐ اکرم کے نزدیک محبوب ترین فرد تھیں۔وہ مشک میں پانی لاتیں تھیں جس کی وجہ سے آپؑ کے سینہ پر اُس کا اثر نمایاں تھا۔چکّی سے خود آٹا پیستی تھیں یہاں تک کہ ہاتھوں پر گٹوں کے نشان پڑ گئے تھے۔اپنے گھر کو جھاڑو دیتی تھیں کہ جس سے آپؑ کے لباس پر گرد و خاک جمتی تھی اور چولہا جلانے سے آپؑ کا لباس میلا ہو جاتا تھا۔

۱۔الحیاۃ ۳۴۶/۲

حضرت علی علیہ السلام نے مزید فرمایا: ایک دن میں نے، فاطمہؑ سے کہا: اپنے والد کے پاس جاؤ اور اُن سے خدمت گار کا تقاضا کرو شاید تمھاری زحمتوں میں کمی ہو جائے؟

ہم اکٹھے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے، بہت سے لوگ آپؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، فاطمہؑ نے حیا کی کہ کوئی بات آپؐ سے کریں، ہم واپس آ گئے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھ گئے کہ ہم کسی کام سے آپؐ کے پاس آئے تھے۔ وہ اگلے دن ہمارے گھر تشریف لائے اور میں نے تمام واقعہ، آپؐ کے گوش گذار کر دیا (کہ کل آپؐ کے پاس خدمت گذار کے تقاضے کے لئے آئے تھے) پیغمبرؐ اکرم نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ دُوں جو کہ خدمت گذار سے کہیں بڑھ کر بہتر ہو۔ جب بھی سونے کے لئے بستر پر جاؤ، تو تنتیس (۳۳) بار "سبحان الله" تنتیس (۳۳) بار "الحمدالله" اور چونتیس بار (۳۴) "الله اکبـــــر" کا ورد کر لیا کرو۔ اس ہنگام حضرت فاطمہؑ نے پیغمبرؐ اکرم سے عرض کیا: "رَضِيتُ عَنِ اللّٰهِ وَ رَسُولِهِ" اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ سے جو بھی ملے، میں اُس پر راضی ہوں۔ اور اِس جملہ کو آپؑ نے تین بار دُھرایا(۱)

۱۔ عوالم ۱۲۳/۶؛ بحارالانوار ۸۲/۴۳ و ۸۳

۱۹۔فرمانبرداری، رازِ کامیابی

حضرت زینبؑ نے حضرت فاطمہؑ سے روایت کی:...**وَالْاِیمانَ تَطْهِیراً مِن الشِّرکِ...وَالطّاعَةَ نِظاماً لِلْمِلّة**...(۱)

اللہ پر ایمان، شرک سے پاک کرتا ہے اور فرمان کی اطاعت (جو خدا، پیغمبرؐ اور امامؑ کی جانب سے ہو) پر، ملت کے نظام کو برقرار رکھنے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ وہ زندگی جو رضائے الٰہی کی جستجو وطلب میں گذرے وہ دنیا وآخرت کے لئے خوش بختی کا باعث ہے۔

اور یہ اللہ اور اُس کے رسولؐ وآئمہؑ طاہرین کی اطاعت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ جس راستے کی ہدایت اللہ واُس کے رسولؐ نے کی ہے اس پر گامزن رہنا ضروری ہے۔ نہ اس سے انحراف ہو اور نہ ہی دُوری اختیار کی جائے۔

احکام خدا کی فرمانبرداری، جبکہ دین کی صحیح شناخت اور اُس کی حدود کا علم ہو اور دین خدا کی پہچان اور اُس کے حدود، سوائے پیغمبرؐ یا جو اُن کی جانب سے ہو،

۱۔بحارالانوار ۱۰۷/۶؛ الحیاۃ ۲/۶۱۷

کوئی اور بیان نہیں کرسکتا اِسی صورت میں دین الٰہی کا پیروکار انسان اللہ اور اس کے رسول اور اوصیاء پیغمبر کے بتائے ہوئے احکامات پر عمل کرے (۱)

اگر آدمی کے پاس دین شناسی کے لئے دُرست معیار و میزان نہ ہو اور اُس راستے پر نہ چلے جو دین کے احکام کی شناخت کے لئے بنائے گئے ہیں، تو پھر اصل دین کی پہچان نہ ہو سکے گی جبکہ وہ نجات اور کامیابی کا راستہ ہے، وہ تعلیمات دین پر عمل کرنے میں ہے۔ ہر اطاعت و فرمانبرداری میں کامیابی و نجات نہیں کیونکہ انسانوں کی کثرت ایسے دستور بناتے ہیں جو منزل تک پہنچنے میں ناکام رہتے ہیں اور انسان بھٹک جاتا ہے، نہ دنیا میں کامیابی اور نہ آخرت میں سرخروئی و نجات حاصل ہوتی ہے۔

قرآن کریم میں ہے "**ثُمَّ جَعَلْنَاکَ عَلٰی شَرِیعَةٍ مِنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُونَ**" (۲)

تمہیں دین دیا ہے اور شریعت، پس اِس کی پیروی کرو اور اُن لوگوں کی پیروی نہ کریں جو علم نہیں رکھتے اور محض خواہشات نفسانی کے پیچھے دوڑتے ہیں۔

جو ہر و حقیقت دین، اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی ہے۔ بے دینی، الٰہی احکام کی

۱۔الحیاۃ ۶۲۰/۲

۲۔سورہ جاثیہ ۱۸/۴۵

نافرمانی ومعصیت کرنے سے ہے۔اور ہوائے نفس وشیطان کے فرمان پر سر جھکانے میں ہے۔

یہ حقیقت اس وقت سمجھ میں آتی ہے جب تاریکی اور گناہوں سے انسان نکلتا ہے اور راہ ہدایت (صراط مستقیم) اختیار کر لیتا ہے اور انفرادی واجتماعی زندگی میں حقیقی پیروکار بن جاتا ہے اور ہر بڑے چھوٹے حکم پر عمل کرتا ہے۔

اگر نیک وصالح افراد کی پیروی کی جائے یعنی اُن کی جن کو خداوند نے معین کیا ہے تو وہ کامیابی وکامرانی کے حصول کی راہ پر ہے۔

اگر تباہ کاروں، ستم کاروں اور گمراہوں کے فرمان کی پیروی کرتا ہو، تو پھر ہر دو جہان میں اُس کے لئے ناکامی اور بربادی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:۔۔۔رعیت صالح امام عادل کے وسیلے سے نجات حاصل کرتی ہے۔۔۔آگاہ ہو جاؤ کہ فاسق لوگ (تباہ کار) اور بدکار راہنما کے وسیلے (اور بدکردار) سے برباد ہو جاتے ہیں۔۔۔(۱)

ضروری ہے کہ قرآن مجید کے اس واضح پیام کو سمجھیں اور غور کریں۔اور دقّت کریں کہ پیروی اور فرمانبرداری کس کی کریں؟

خدا سے ڈرتے رہیں اور میرے تابع فرمان رہیں، اسراف کرنے والوں

۱۔الحیاۃ ۶۲۲/۲

کی اطاعت نہ کریں(۱)

ہر راہ پر چلنے سے پہلے اور ہر عمل کرنے سے پہلے راستے اور راہنما کو خوب پہچانیں اور اس عمل کی ماہیت کو جانیں کیونکہ بعض راستے گمراہی پر لے جاتے ہیں اور بعض اوقات راستہ دُرست وصحیح ہوتا ہے مگر راہنما منحرف و ناشناختہ ہوتا ہے اور اُس کا نتیجہ ایک ہے!

ہمارے معاشرے کے لئے ضروری ہے کہ دیکھیں کون لوگ، کن نظریات کا پرچار کر رہے ہیں۔ اگر اپنی آنکھوں اور کانوں کو مغرب کے ذرائع ابلاغ پر ہی مرکوز کر دیا اور اُنہی کی راہ وروش پر چل پڑے تو پھر وہی افکار وخیالات ہمارے اندر سرایت کر جائیں گے اور ہمارا انجام بھی اُنہی جیسا ہوگا۔

یہ ممکن نہیں کہ ہم باتیں تو اُن کی سنیں اور پھر اپنی تہذیب واقدار کو برقرار رکھ سکیں؟ وہاں خاندانی نظام ٹوٹ چکا ہے، ہر ایک کو اپنی ہی فکر ہے، نہ ماں باپ کے حقوق کا خیال باقی رہا اور نہ ہی بزرگوں کا احترام باقی ہے۔

جو حضرات چاہتے ہیں کہ وہ اپنی اولاد کے نزدیک محبت واحترام کو باقی رکھیں، تو ضروری ہے کہ اخلاقی میزان واقدار کی اہمیت کے پابند رہیں۔ اپنے کانوں اور آنکھوں کو اُس ثقافت، پروپیگنڈے سے دُور رکھیں جو گمراہ کن ہیں، ورنہ

۱۔ سورہ شعراء ۲۶/۱۵۰ و ۱۵۱

پھروہی حاصل ہوگا جو چارسونظر آرہا ہے۔

یہ کیسے ممکن ہے کہ ہر طرح کے آلات ووسائل کو کنٹرول کے بغیر اپنی اولاد کے اختیار میں دیں اور پھر اُن سے پسندیدہ اخلاق، اسلامی اقدار و آداب کی توقع رکھیں؟!

۲۰۔فلسفہ امامت

حضرت زینبؑ نے، جناب فاطمہ علیہا السلام سے روایت کی ہے، آپؑ نے فرمایا: **فَفَرَضَ اللّٰهُ ..... اِلامَامَةَ لَمَّا مِن الْفُرقَة...**(۱)

اللہ تعالیٰ نے انتشار و تفرقہ کو دُور کرنے کے لئے امامت کو واجب کیا ہے۔

اگر سب افراد ایک لڑی اور زنجیر میں پیوستہ ہو جائیں، اُن کی کثرت میں یگانگی اور وحدت ہو۔۔۔

۱۔ نظریات و افکار کی بنیاد پر ہم آہنگی۔

۲۔عمل کا مرکز و محور ہونا اور اسی کے مطابق عمل کرنا۔

اگر اصول فکری، عملی، عقیدتی، سیاسی، تربیتی و اقتصادی و۔۔۔اصول اجتماع، معاشرہ میں جدا جدا ہوں گے اور سب اپنی روش پر چلیں گے اور کوئی معیار اور کسوٹی نہ ہوگی تو پھر نتیجہ ظاہر ہے۔انتشار، اختلاف، افتراق، گمراہی وافراتفری ہی ہوگی اور مرکزیت کا تصور اور وجود ہی باقی نہ رہے گا

۱۔بحارالانوار ۱۰۷/۶؛ الحیاۃ ۶۱۷/۲

اگر لوگوں کے لئے گفتار و کردار کا ایک نمونہ ہو، اور راہ و روش واضح و روشن ہو تو لوگ بلا خوف و خطر مشترکہ مقصد کے حصول کے لئے آگے بڑھیں گے۔

اس مرحلے پر امام کے منصب کی اہمیت اور ضرورت سب پر روشن ہو جائے گی، اس لئے کہ امام وہ راہنما و پیشوا ہے جو نظریاتی اساس اور اصول و افکار کے تحت ایک راستے پر چلتا ہے اور لوگ اُس کی پیروی کرتے ہیں۔ امام راستے کی نزاکتوں اور پیچ و خم سے بخوبی واقف ہوتا ہے اور اپنی صلاحیتوں کے ذریعے لوگوں کی صف میں اتحاد و اتفاق برقرار رکھتا ہے۔

اس آیہ کے معانی میں ''**والسماء رفعها و وضع الميزان**'' (۱) (اللہ) نے آسمان کو رفعت دی اور میزان کو وضع کیا۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: کہ میزان امیر المومنین علیؑ ہیں کہ اُن کو اُس نے اپنے بندوں کے لئے خود قرار دیا ہے۔

اسی سورے کی ایک اور آیت کے بارے میں ''**الا تطغوا في الميزان**'' (۲) میزان کے بارے میں طغیان نہ کرنا، فرمایا: امام سے سرکشی نہ کرنا(۳)

۱۔ سورہ الرحمٰن ۵۵/۷ و ۸

۲۔ نیز

۳۔ بحار الانوار ۳۶/۱۷۲

امام رضا علیہ السلام نے ایک اور آیت میں ،خلیفہ عباسی کو مخاطب کر کے فرمایا: کیا نہیں جانتے کہ مسلمانوں کا والی (امام،خلیفہ،حاکم) خیمہ کے درمیانی ستون کی مانند ہے کہ جو بھی چاہے اُس تک پہنچ جائے (۱)

امام رضا علیہ السلام کا یہ قول دو پہلو لئے ہوئے ہے:

ا۔امام اور لوگوں کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہے،دربان ونگہبان،لوگوں اور حاکموں کے درمیان فاصلہ نہیں ڈال سکتے ۔اور جو بھی چاہے حاکم اسلامی سے رابطہ برقرار کرلے۔

۲۔امام کا وجود،نقش مرکزی ہے،جیسے بانس،خیمہ کے درمیان نہ رہے تو خیمہ گر جائے گا۔

امام وحاکم اسلامی ایک میزان ومعیار ہے۔تو اسی وجہ سے سیرہ،روش زندگی مادی ،معنوی،اخلاقی و دفاعی،اقتصادی ،سیاسی ،فردی ،اجتماعی و خاندانی اس کی اعتدال وتوازن برقرار رکھتی ہے۔اور عمل کے میدان میں منصفانہ اور حقیقی دستور ونظام لوگوں کو تعلیم دیتے ہیں،لوگوں کو عدل کی طرف لے کر جاتے ہیں اور ظلم و ستم سے روکتے ہیں۔۔۔(۲)

امام کی حیثیت،مرکز ومحور کی ہے اور سب ہی اُن کے لئے برابر ہیں لہذا وہ تمام

ا۔نیز ۴۹/۱۶۵،کتاب عیون اخبار الرضا علیہ السلام

۲۔معیار ھای اقتصادی در تعالیم رضوی ۷۵/۲

وسائل ومعادن کو منصفانہ طور پر، اپنی رعیت کے اختیار میں دیتا ہے، امتیاز وطبقہ بندی نہیں کرتا اور نہ ہی کسی کو اُس کے حصّے سے زیادہ دیتا ہے اور نہ کسی کو محروم کرتا ہے۔

۲۱۔ جاودانہ

حضرت فاطمہ علیہا السلام :هَذا مَا أوصَتْ بِهِ فاطمةُ بنتُ رَسُولِ اللّٰهِ"ص" ،أوصَتْ وَهِيَ تَشْهَدُ أن لا اِلَهَ اِلّااللّٰه و اَنّ مَحَمّداً عَبدُهُ و رسُولُه و أنّ الْجَنَّةَ حقّ و النَّارَ حقّ. . .يا عليّ اَنا فاطمة. . .زَوَّجَني اللّٰهُ مِنكَ لِأ كُونَ لَكَ فِي الدُّنيَا و الآخِرَة. . .(۱)

یہ فاطمہؑ بنت رسولؐ اللہ کی وصیت ہے، گواہی دیتی ہوں کہ کوئی اِلہٰ نہیں مگر اللہ اور محمدؐ اُس کے بندے اور رسولؐ ہیں، بہشت و دوزخ حق ہے...

یا علیؑ! میں فاطمہؑ ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے آپؑ کی زوجہ قرار دیا تا کہ دُنیا و آخرت میں، آپؑ کے ساتھ رہوں۔۔۔۔

خواتین اس جانب ضرور توجہ رکھیں کہ اگر میاں بیوی کا رشتہ دینی اصول اور ضوابط کے تحت ہو اور میاں بیوی طالبِ رضائے حق ہوں، تو موت بھی اُس

۱۔ بحارالانوار ۲۱۴/۴۳

رشتے کو، اِس پیوند معنوی کو توڑ نہیں سکتی، حالانکہ یہ دُرست ہے کہ موت سے تمام پیوند و رابطے ٹوٹ جاتے ہیں، تمام بندھن اور رشتے ختم ہو جائیں گے مگر بقولے قرآن برادری کا رشتہ باقی رہے گا بشرطیکہ برادری کا مرکز تقویٰ و پارسائی کی بنا پر ہو ''اَلْاَخِلَّآءُ یَومَئِذٍ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ''(۱)

اُس روز (قیامت) یہاں کے دوست وہاں پر، ایک دوسرے کے دُشمن ہوں گے مگر وہ جو متقین ہیں۔

واضح ہے، جو رابطہ اور رشتہ، ایمان کی بنا پر محکم ہوگا، تو پائیدار اور یادگار رہے گا۔اس بنا پر جیون ساتھی کا انتخاب ہر چیز سے زیادہ اہم تر ہے۔اس سلسلے میں خاندان وہ ہو جو عقیدے و دین داری میں بہتر ہو، اس کی اچھی طرح تلاش کریں اور لڑکی یا لڑکے کو تلاش کرتے وقت، دینی معلومات اور اُن کی پابندی کرنے والے خاندان تلاش کریں، باقی خوبیوں کو ثانوی حیثیت دیں اگر مذہبی خاندان ہے تو دوسرے بہت سے مسائل بھی اس کے سایہ میں دُرست ہو جائیں گے۔ورنہ گھر بے سود اور ویران رہے گا۔اور نہ ہی شادی کی پائیداری کی، کوئی ضمانت دی جائے گی۔

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: ایک جوان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱۔سورہ زخرف ۴۳/۶۷

کے پاس حاضر ہوا تا کہ اچھی بیوی کے حصول کے بارے میں، آپؐ سے مشورہ کیا جائے۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: مومن اور دین دار لڑکی کا انتخاب کرو، تا کہ زندگی کامیابی اور شادکامی سے گذر سکے (۱)

حضرت فاطمہ علیہا السلام ایک مقام پر حضرت علی علیہ السلام سے اپنی شادی کے بعد، اِس طرح فرماتی ہیں: میری روح اور جان آپؑ پر فدا ہو جائے، یا اباالحسنؑ! خیر و نیکی میں آپؑ کے ساتھ ہوں اور اگر کوئی سختی و مشکل و دُشواری آجائے، تب بھی آپ کے ساتھ رہوں گی (۲)

امام علی علیہ السلام اپنی زوجہ گرامی کے بارے میں فرماتے ہیں: خدا کی قسم! میں نے کبھی اُنہیں ناراض نہیں کیا، نہ کسی کام کے لئے مجبور کیا یہاں تک کہ وہ خدا کے پاس چلی گئی۔

اور اُنہوں نے بھی کسی وقت مجھ کو ناراض نہیں کیا اور میرے کسی کام سے انکار نہیں کی اور وہ ایسی تھیں کہ جب بھی اُن کو دیکھتا تو غم و اَلم مجھ سے دُور ہو جاتا تھا (۳)

۱۔ الحیاۃ ۴۴۵/۸

۲۔ نہج الحیاۃ /۱۵۹۔

۳۔ بحارالانوار ۱۳۴/۴۳

اس آسمانی جوڑے میں ایمان وعقیدے کی بہترین مثالیں ہیں۔ اگر رشتوں میں ایسی سیرت اختیار کی جائے تو ہر طرح کی ناسازگاری، بے وفائی اور دوگانگی کا امکان ختم ہو جاتا ہے۔

۲۲۔ کنجوسی، بُری عادت

حضرت امام کاظمؑ نے اپنے والدمحترم سے اور اُنھوں نے علیؑ بن الحسینؑ، اور امام حسینؑ سے اور اپنی والدہ مکرمہ جناب فاطمہ علیہا السلام سے روایت کی ہے: **قال لِی أبی رسولُ اللهِ : اِیّاکِ و البُخْلَ ؛فاِنّه عاهَةٌ لا تکونُ فی کَریمٍ اِیّاکِ و البُخلَ ؛فاِنّه شجرةٌ فی النار و أغصانُها فی الدُّنیا، فَمَن تَعَلّقَ بِغُصْنٍ مِن أغصانِها أدخَلَه النار و السَّخاءُ شجرةٌ فی الجَنّةِ و أغصانُها فی الدنیا،فَمَنْ تَعَلّقَ بِغُصْنٍ مِن أغصانِها أدخَلَه الجَنَّة**(۱)

میرے پدرگرامی رسولؐ اللہ نے مجھ سے فرمایا: کنجوسی سے دُوری اختیار کرو کیونکہ یہ ایک بُری خصلت ہے جو کہ ایک سخی ومہربان آدمی میں نہیں ہوتی۔ کنجوسی سے پرہیز کرو! یہ جہنم کا ایک درخت ہے اور اُس کی شاخیں دُنیا میں ہیں جو اُن شاخوں میں سے کوئی شاخ پکڑتا ہے وہ جہنم میں داخل ہوجائے گا۔ اور سخاوت کا

۱۔ مسند فاطمۃ الزہرا ۵۲۱/ و ۵۲۲

درخت بہشت میں ہے اور اُس کی شاخیں دُنیا میں ہیں اور جو اُن شاخوں میں سے کوئی شاخ تھام لے گا، اُس کو بہشت میں داخل کر دیا جائے گا۔

اخلاق کی اچھی صفات روح کی پاکیزگی اور طہارت کا سبب بنتی ہے اور بداخلاقی اور بُری عادات، روح اور باطن کو خراب کر دیتے ہیں. انسان کا دل آلودہ ہو جاتا ہے۔

اور بُری عادات و اخلاق میں بدترین، بخل و کنجوسی ہے۔ امام علی نقی علیہ السلام فرماتے ہیں: کنجوسی بدترین اخلاق اور عادت ہے(۱)

پیامبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جو سب سے کم میری سیرت پر عمل کرنے والا ہے، وہ بخیل و بدزبان اور بدکردار ہے(۲)

کنجوسی کی وجہ سے جو نقصان انسان کو اِس دُنیا میں نصیب ہوتا ہے وہ یہ کہ سکون و آرام انسان سے دُور ہو جاتا ہے، ایسا آدمی اپنے خاندان کو ہمیشہ محرومیوں کا شکار بناتا ہے اور ضروریات زندگی کے لئے بھی رقم خرچ کرنے سے اُسے رنج و تکلیف ہوتی ہے۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: کنجوس، آرام و سکون سے دُور ہے(۳)

۱۔ بحارالانوار ۲/۷۰/۱۹۹۔

۲۔ تحف العقول /۴۴۔

۳۔ بحارالانوار ۳/۷۳/۳۰۲

بدترین کنجوسی: واجبات کی ادائیگی نہ کرنا ہے جیسے نماز و زکوٰۃ و خمس اور دیگر حقوق وغیرہ۔۔۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حقیقی کنجوس وہ ہے کہ زکوٰۃ اپنے مال سے ادا نہ کرے۔ اور اپنے خاندان اور رشتہ داروں کو محروم رکھے۔۔۔(۱)

بخل اور کنجوسی، عقیدے اور ایمان کی کمزوری کی علامت ہے کیونکہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہو تو اُس کا یقین ایسا ہو کہ جو بھی بخشے گا، اللہ تعالی اُس کا ضرور بدلہ دے گا۔ یہ بھی اسلامی تعلیمات ہی کا حصّہ ہے۔

۱۔ میزان الحکمۃ ۱/۴۴۶

۲۳۔حبّ رسولؐ

حضرت فاطمه علیها السلام :لَسْتُ أبکِی لِما یُصْنَعُ بِی مِن بَعدِکَ و لکنّی اَبکِی لِفِراقِکَ یا رسُولَ الله...(۱)

(رسولؐ اللہ اپنی زندگی کے آخری دن، بستر علالت پر گذارتے ہوئے، اپنے جانے کے بعد کے واقعات بالخصوص اپنے خاندان کے بارے میں گفتگو فرمارہے تھے) حضرت فاطمہؑ نے سن کر گریہ کیا۔پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری بیٹی گریہ نہ کرو،حضرت فاطمہؑ نے عرض کیا جو کچھ آپؐ کے بعد گذرے گا اُس پر گریہ نہیں کررہی بلکہ آپؐ کی جدائی پر رورہی ہوں۔

ایمان اورعقیدے کی بنیاد پر اُنس ومحبت کی جڑیں بہت گہری اورمضبوط ہوتی ہیں بالخصوص ہادیان برحق وسفیران الٰہی انبیاءعلیہم السلام کی پیروی کاروں میں اُن کے چاہنے والے اور جانثاروں نے اُن کے مقاصد کی خاطر بڑی بڑی فداکاریاں انجام دی ہیں اورتاریخ کے صفحات اُن کے حیرت انگیز کاموں سے

۱۔بحارالانوار۱۵۶/۴۳

مزیّن ہیں۔

یہ بڑا جاندار اور زندہ موضوع ہے بالخصوص ہمارے زمانے میں ہے کہ اسلامی پیغام کے پھیلاؤ کے اور تعلیمات اسلام کے عام کرنے کے لئے، سب سے پہلے الٰہی نمائندں سے عشق کی جانب، دلوں کو راغب کیا جائے۔

اُن سے اُنس ومحبت کے جذبات آج کی نسل میں پیدا کئے جائیں تا کہ فطری تقاضوں کے مطابق، پیروی وفرمانبری انجام دی جائے، ضروری ہے کہ نسل جوان کے لئے ان ہستیوں سے محبت ودوستی اور دینداری کے بارے میں اہمیت کو روشن واُجاگر کیا جائے۔

امام علی علیہ السلام کے بقول: دوستی وقربت، رشتہ داری کا محکم ترین سبب ہے(۱)

محبّتیں یہی، انسانی معاشرے کے درمیان رابطے کا بہترین معیار ہیں۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: دومسلمانوں کے درمیان رسمی ملاقات سے بہتر ہے کہ اپنے دوستوں اور احباب سے دلی دوستی رکھیں(۲)

دین کا جوہر اور خلاصہ، لفظ محبت میں موجود ہے اِسی جذبے کے تحت اللہ، رسولؐ اور اماموںؑ سے قرب حاصل ہوتا ہے اور عقیدے میں پختگی اور دوام آتا ہے۔

۱۔ الحیاۃ ۳۰۱/۸

۲۔ کافی ۱۲۷/۲

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: اللہ اور اس کی مخلوق سے محبت، دین ہے (۱)

امام صادق علیہ السلام کے مطابق: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے پوچھا: کونسا وسیلۂ ایمان (پیوند اعتقادی) محکم تر ہے؟ اُن میں سے بعض نے عرض کیا: اللہ اور اُس کا رسولؐ بہتر جانتا ہے، اور بعض نے کہا: نماز. بعض نے کہا: زکوٰۃ بعض نے کہا: روزہ بعض نے کہا: جہاد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ سب اپنی جگہ پر بہت اہم ہیں۔مگر یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔

بلکہ ایمان کا بہترین درجہ، اللہ تعالی کے لئے محبت کرنا اور اللہ تعالی کے لئے دشمنی کرنا ہے۔اولیاء خدا کو دوست رکھنا اور اللہ کے دشمنوں سے بیزار رہنا ہے(۲)

عبادت بھی حبّ وعشق کے ساتھ ہو۔نہ مشقت ومشکل کی بنا پر، اور یہ موضوع بہت نازک مگر گہرا، جو اولاد کی تربیت میں نماز وروزہ۔۔۔کی جانب مائل کرنے کے لئے مددگار رہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔۔۔امام صادق علیہ السلام نقل کرتے ہیں: بلندترین وہ ہیں جو عبادت کو عشق سے بجالاتے ہیں۔قلبی رجوع اور محویت کے ساتھ عبادت کرتے ہیں۔۔۔(۳)

۱۔الحیاۃ ۳۰۳/۸

۲۔کافی ۱۲۵/۲ و ۱۲۶. ۳۔وسائل الشیعہ ۶۱/۱؛ الحیاۃ ۳۶۸/۸

ایک صحرانشین شخص، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: یا رسولؐ اللہ، قیامت کب بپا ہوگی ....؟ اُس دوران وقت نماز آ گیا، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ادا کی۔ پھر آپؐ نے استفسار کیا، وہ آدمی جس نے قیامت کے بارے میں پوچھا تھا کہاں ہے؟ اُس آدمی نے کہا میں حاضر ہوں، یا رسولؐ اللہ! حضرتؐ نے پوچھا، قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ اُس نے کہا: خدا کی قسم! نماز و روزہ کا ذخیرہ تو زیادہ نہیں ہے، مگر یہ کہ خدا اور اُس کے رسول کو دوست رکھتا ہوں۔

پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس سے فرمایا: الـمَرءُ مَعَ مَن أحَبَّ انسان اُس کے ساتھ محشور ہوگا جس سے محبت کرتا ہو(۱)

اس روایت سے مسلمان بہت خوشحال اور مسرور ہوئے درحقیقت اسلام قبول کرنے کے بعد اس سے زیادہ کسی قول نے اُنہیں اتنا خوش نہیں کیا تھا۔

ہمارے بھائیوں کو اس حقیقت کو بخوبی سمجھنا چاہیے کہ محض عمل کی بنیاد پر کامیابی دشوار ہے البتہ اگر دل میں محبت راسخ ہو جائے تو موت کے بعد کی زندگی، جاودانی اور سعادت مند ہو سکتی ہے۔ اولیاء خدا کا قرب رضائے الٰہی کے حصول کا بہترین وسیلہ ہے۔

۱۔علل الشرائع ۱۳۹/

۲۴۔مہاجر و انصار خواتین سے کلام

جناب فاطمہؑ بنت امام حسینؑ .....اپنی جدہ ماجدہ فاطمہ علیہا السلام سے روایت کرتی ہیں: قالت:أصْبَحتُ و اللّٰہِ عائِفَةً لِدُنیا کُنّ ،قالِیةً لِرجالِکُنَّ... وَ یُحَهم انّٰی زَحْزَحُوها عَن رَواسِی الرِّسالَةِ و قَواعِدِ النبوَّة،و مَهبِطِ الوَحی الأمین...

و ما الذی نَقَمُوا مِن أبی الحسن ،نَقَمُوا واللّٰہِ مِنه نَکیرَ سَیفِه،وقلّةَ مُبالاتِه لحَتْفِه ،و شِدّ ةَ وَطْأتِه، ونَکالَ وَقْعَتِه ، و تَنَمُّرَه فی ذاتِ الله (۱)

خدا کی قسم! میں تمہاری دُنیا سے بیزار اور تمہارے مردوں سے ناراض اور ناخوش ہوں۔۔۔اُن پر وای کہ حاکمیت کو،ارکان رسالت و پایہ نبوت اور اُس گھر سے دُور کر دیا جہاں جبرئیل کا آنا جانا تھا۔۔۔!

تمہیں کیا ہوا کہ علیؑ سے انتقام لینے لگ گئے (کینہ رکھتے ہو) خدا کی قسم! وہ

۱۔بحارالانوار ۱۵۸/۴۳

موت سے نہیں ڈرتے ، شمشیر کے دھنی ، جنگ میں مرد میدان ، اُن سے کارزار میں دشمنوں کے دل دَہل جاتے تھے ، اُن کا غضب خدا کی راہ میں تھا۔ کیا اُسی سے انتقام لے رہے ہو!؟

اگر ملک و معاشرے میں عدالت ہو اور یہ، اصول و انصاف کی بنیاد پر ہو صرف دکھاوے اور نعرے بازی کی حد تک نہ ہو۔ قیام عدل کے لئے کسی قسم کی سفارش، رشوت یا اثر ورُسوخ کی گنجائش نہ ہو تو وہ ہر ایک کے حق میں بہتر ہوگا مگر موقع پرست اور منفعت طلب افراد یہ برداشت نہیں کر سکتے وہ مخالفت پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔

امیر المومنین علی علیہ السلام کی چند سالہ خلافت میں فتنے برپا کئے گئے اور وہ افراد جنہوں نے حضرت علی علیہ السلام کی بیعت مثل سابق خصوصی مراعات اور منفعت کے لئے کی تھی وہ ساتھ چھوڑ گئے ، یہاں تک کہ آپؑ کے خلاف تین جنگوں کو برپا کر دیا، اور اس طریقہ سے اس حکومت الہیہ کو جو ایک مثالی حکومت قرار پائی ، سازشوں ، ریشہ دوانیوں اور جنگ و غارتگری کی نذر کر دیا اور اسلام کی ترقی اور پیش رفت کی راہ میں شدید روڑے اٹکائے اور دین سے خیانت کے مرتکب ہوئے!

اگر حضرت علی علیہ السلام بھی دُنیاوی سیاست کے مطابق عمل کرتے اور

اپنے مخالفین سے کچھ لو اور کچھ دو کی بنیاد پر ساز باز کر لیتے ، معاویہ کو معزول نہ کرتے اور جن لوگوں نے گذشتہ زمانے میں بیت المال کو لوٹا تھا اُن سے باز پرس نہ کرتے تو ممکن تھا وہ بھی زیادہ عرصہ تخت خلافت پر متمکن رہتے لیکن آج جہانِ بشری میں، مظہر کامل عدالت ،مجسم صداقت عدالت ،اور ظلم و جبر کے خلاف مسلسل جدو جہد کرنے والے ہادی کے طور پر اُن کا نام تاریخ میں ثبت نہ ہوتا۔

جناب سیدّہ عالمیان کے بقول، راہ خدا میں وہ کسی کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ امام علی علیہ السلام نے مالک اشتر سے فرمایا: خاص کر، طبقات بالا اور منافع خوروں سے دُوری رکھو، لوگوں کے آرام، حقوق اور آسائش کا خیال رکھو۔

تمہارے نزدیک محبوب ترین کام ،قیام عدالت سب کے لئے ،لوگوں کی خوشحالی پیش نظر رہے۔ یادرکھو عوام کی ناراضگی، خواص کی خوشنودی کو بے اَثر بنا دیتی ہے اگر عوام راضی ہوں اور اشرافیہ، منصب طلب ،سرمایہ دار اور لٹیرے ناراض ہوں تو اُنہیں خاطر میں نہ لایا جائے۔

عوامی حکومت، عوام کی بہبود کے لئے شب و روز سرگرم عمل رہتی ہے اور تمام وسائل واختیارات کو عوام کے لئے مختص کرتی ہے۔ کوئی خاص طبقہ مراعات یافتہ نہیں ہوتا ، ایسے میں سرمایہ دار قانون شکنی کی کوشش کرتے ہیں ۔حکومت کا کام

ہے کہ امن و امان بحال رکھے ،امکانات سب کے لئے ہوں مگر عوام دشمن حکومتیں مراعات یافتہ طبقات کے مفادات کا تحفظ کرتی ہیں، سرمایہ دار اور ذخیرہ اندوز خوشحال رہتے ہیں جبکہ عوام سسکتے، بلکتے زندگی بھگت رہے ہوتے ہیں(۱)

ایسا سرمایہ دار، عوامی طبقے میں نہیں ہے بلکہ اُن کی وجہ سے طرح طرح کی کار شکنی سامنے آنا شروع ہو جاتی ہے۔

۱۔نہج البلاغہ ۹۹۶/، نامہ ۵۳

۲۵۔روابط اجتماعی میں ضابطے

حضرت فاطمه علیها السلام : بِشْرٌ فی وَجْهِ الْمؤمنِ یُوجِبُ لِصاحِبه الجنَّة،و بِشْرٌ فی وَجْهِ المَعانِد المَعادِی یَقِی صاحِبَه عذابَ النَّارِ(۱)

برادر مومن سے خوش روئی کے ساتھ برتاؤ کرنے کا اَجر جنت ہے جبکہ ظالم اور دشمن سے مدارا (تقیہ) شر سے اور جہنم کی آتش سے مامون رکھتا ہے۔

معاشرے کے مختلف گروہوں اور طبقات میں ہم آہنگی اور روابط برقرار رکھنے کیلئے اسلام میں قانون ہے جو قرآن و احادیث میں بیان کیا گیا ہے(۲)

اسلام ایک آفاقی اور اجتماعی دین ہے اور تمام انسانوں کو باہم اتفاق و اتحاد کے ساتھ زندگی گذارنے کی تعلیم دیتا ہے اور اس کے لئے اصول و قواعد مرتب کئے ہیں، جن پر عمل کرکے عوامی امن وسکون اور چین حاصل ہوسکتا ہے۔

۱۔ بحارالانوار ۴۰۱/۷۵

۲۔ الحیاۃ جلد۸، صفحات ۵۸۷۔۷۰۲، باب ۱۷ 'ضوابط در روابط اجتماعی' اسی موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے

ایسے دینی سماج میں تعلقات محکم اور پائیدار ہوتے ہیں اور اجتماعی روابط کا رجحان فروغ پاتا ہے۔لوگ باہمی میل جول سے کیف ولذت حاصل کرتے ہیں۔اگر اختلاف رائے بھی واقع ہو جائے تب بھی لوگ اُسے برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور آپس میں نزاع واقع نہیں ہوتا۔

پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے امام علی علیہ السلام نے روایت کی ہے: معاشرے کا ہر فرد دوسرے کے (ایسا لازم وملزوم ہے) کام آتا ہے اور سب ایک دوسرے کے محتاج ہیں(۱)

آج کے صنعتی معاشرے نے انسانوں کو ایک دوسرے سے الگ تھلگ کر رکھا ہے،تعلقات اور دوستی محض رسمی باقی رہ گئی ہے اور انسانی جذبات میں سرد مہری پائی جاتی ہے،منافع پرستی کو اس کی جگہ مقصد قرار دیا ہے۔زندگی مشین کی طرح چل رہی ہے،انسانی احساسات مفقود ہو چکے ہیں۔ایسے میں مسلمانوں کو زیادہ اسلامی تعلیمات کی آغوش میں پناہ حاصل کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔

انسانی مہر ومحبت کو سارے معاشرے میں پھیلائیں اور انسانوں کو ایک دوسرے کا یاور اور ہمدرد بنائیں،تنہائی اور بیگانگی سے اُن کو رہائی دلائیں۔

امام صادق علیہ السلام نے اپنے آباء واجداد سے،پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ

۱۔بحارالانوار ۳۲۵/۹۳

وآلہ وسلم کا فرمان نقل کیا: مومن دوسرے مومن کے پاس آرام محسوس کرتا ہے جیسے پیاسا انسان، ٹھنڈے پانی سے(۱)

اضطراب، پریشانی، مایوسی، بے دلی سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے باہمی تعلقات وروابط کوفروغ دیا جائے، میل ورغبت سے ملاقاتیں کی جائیں۔

آدمی کا مزاج اور ساخت ایسی ہے کہ اچھے دوست و رفیق کی محفل میں اعصاب کے لئے آرام وراحت محسوس کرتا ہے۔مشکل یا پریشانی دوسرے سے بیان کرکے ہلکا محسوس کرتا ہے ضرورت پڑنے پر مدد بھی لیتا ہے تاکہ حالات پر قابو پاسکے۔

اس قسم کے اجتماعی روابط کمال کا مظہر ہیں جو صرف الٰہی تعلیمات کے زیر سایہ ہی ممکن ہیں اچھے اخلاقی صفات کے حامل افراد ہی میں یہ احساسات پرورش پاسکتے ہیں کہ لوگ ایک دوسرے کے ہمدرد، مددگار اور ساتھی بن جائیں اور عوامی سطح پر سب لوگ چین، سکون اور آرام سے زندگی گذاریں(۲)

اچھے اخلاق وکردار اور انسانی جذبات بحیثیت ایک مسلمان کے ہر ایک کے لئے ہیں خواہ اس کا عقیدہ ومسلک اور دین کچھ بھی ہو بلکہ یہ صفات ممکن ہیں دوسرے لوگوں کو اسلام کی خوبیوں کے متعلق غور کرنے پر مائل کردیں۔بعض

۱۔الحیاۃ ۱۵۹۸/۸

۲۔الحیاۃ ۵۹۹/۸

ایسے نظریات بھی موجود ہیں جو انسانوں کو تقسیم کر کے محض کشور کشائی کرنا چاہتے ہیں۔

امام باقر علیہ السلام: اگر یہودی بھی تمہارے ساتھ تعلقات رکھے، تو اُس کے لئے بھی ایک اچھے ساتھی بنو(۱)

امام صادق علیہ السلام: معاویہ بن وہب (امام کے شاگردوں میں سے) کہتا ہے: میں نے امامؑ سے عرض کیا، وہ جو ہمارے عقیدے سے تعلق نہیں رکھتے مگر ہمارے اُن کے ساتھ تعلقات ہیں، تو اُن سے کس طرح برتاؤ کریں۔

امامؑ نے فرمایا: اپنے پیشواؤں کو دیکھو کہ تم جن کے پیروکار ہو، وہ کس طرح ایسے افراد سے سلوک کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! تمہارے امام اُن کے بیماروں کی عیادت کرتے ہیں، اُن کے تشییع جنازہ میں شریک ہوتے ہیں اگر ضرورت پیش آئے تو اُن کے بارے میں گواہی دیتے ہیں۔ اور اُن کے معاملات میں امانتدار ہیں(۲)

اسلامی سماج اس طرح کا ہے اور اسلامی معاشرے میں اس طرح کے باہمی تعلقات لوگوں کے ساتھ ہونے چاہئیں۔

۱۔ نیز ۵۹۳/۸۔

۲۔ وسائل الشیعہ ۳۹۹/۸؛ الحیاۃ ۵۹۳/۸

۲۶۔افراد خانہ میں کام کی تقسیم

امام باقر علیہ السلام نے روایت کی ہے .....حضرت فاطمہ علیہا السلام سے :**اِنّ فاطمةَ ضَمِنَتْ لِعَلِيٍّ عَملَ البيت و العَجِين و قَمَّ البيت، و ضَمِن لَها عليٌّ ما كانَ خَلفَ البابِ مِن نَقْلِ الحَطَب و أن يَجیءَ بِالطعامِ...**(۱)

حضرت فاطمہ علیہا السلام (خانہ علیؑ میں) گھریلو کام کی ذمہ داری سنبھالی تھی جیسے آٹا گوندھنا، روٹیاں پکانا، گھر کو صاف ستھرا رکھنا وغیرہ اور حضرت علی علیہ السلام نے گھر کے باہر جملہ کاموں کی جیسے، لکڑیاں لانا، کھانے پینے کا سامان اور دیگر ضروریات فراہم کرنے کی ذمہ داری لے رکھی تھی۔

خاندان میں ضروری ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر مختلف کام انجام دیئے جائیں، کاموں کی تقسیم، گھریلو زندگی میں نظم و نسق اور ہم آہنگی کو وجود میں لاتی ہے۔اور اس تقسیم بندی سے میاں بیوی میں آرام وسکون کا ایک ماحول پیدا

۱۔تفسیر عیاشی ۱/۱۷۱؛ بحارالانوار ۱۴/۱۹۷

ہوتا ہے۔اور اُولاد کے لئے تربیت کا اچھا ماحول وجود میں آتا ہے۔اور وہ بھی گھریلو کلاس میں، بچپن سے ہی ایک دوسرے کا ساتھ دینا، اپنے کام کو انجام دینا اور نظم زندگی کے درس حاصل کرتے ہیں اور آئندہ زندگی میں وہ بھی گھر کا نظم و نسق چلانے کے لئے اس طرح کے کردار کو پیش کرتے ہیں۔

امام علی علیہ السلام نے فرمایا: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے، اس وقت فاطمہؑ کھانا پکا رہی تھیں، اور میں دال مسور صاف کر رہا تھا۔۔۔پیغمبرؐ اکرم نے فرمایا: یا علیؑ! جو بھی گھر میں اپنی بیوی کی مدد کرتا ہے اور احسان نہیں جتاتا، تو اللہ تعالی اُس کے نام کو شہداء کے دفتر میں تحریر فرماتا ہے...

یا علیؑ! جو بھی گھر کے کاموں میں خاتونِ خانہ کی مدد کرتا ہو اور وہ تکبر و غرور نہ کرے، تو یہ ہمکاری سبب بنتی ہے کہ اللہ تعالی اس کے کبیرہ گناہوں کا کفارہ قرار دے اور غضبِ خدا کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور یہ عمل بہشت کی حوروں کا مہر یہ بنتا ہے۔اور نیک کاموں اور درجات میں اضافہ ہوتا ہے۔

یا علیؑ! خواتین کا وہ ساتھ دیتے ہیں جو صدیق اور شہید ہیں اور جن کے لئے خداوند نے خیرِ دُنیا اور آخرت چاہی ہو(۱)

اسی طرح خواتین پر لازم ہے کہ وہ شوہروں کی آسائش و آرام کی فکر کریں

۱۔الحیاۃ ۴۹۵/۸

وہ جان لیں کہ شوہر سے اچھی طرح کے سلوک کی بہت تعریف کی گئی ہے۔پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لا تُؤدِّی المَرأةُ حقَّ اللّٰهِ .عزوجل. حتّیٰ تُؤدِّیَ حقَّ زَوجِها(۱)

جوخاتون شوہر کے حقوق ادا نہ کرتی ہو، ایسے ہے کہ اُس نے خدا بزرگ و برتر کے حقوق بھی ادا نہیں کئے۔

امام علی علیہ السلام کے کلام میں ہے، شوہر کا ہر طرح سے خیال رکھنا اور گھر کو ٹھیک طرح سے منظّم و مرتب رکھنا، عورت کے لئے جہاد کرنے کے مترادف ہے۔

امام علی علیہ السلام نے فرمایا: بیوی کا شوہر داری خوب (شوہر کی مختلف حاجتوں کو پورا کرنا) کرنا، راہ خدا میں جہاد ہے(۲)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بڑی معنی خیز ترکیب بیان کی ہے :

﴿لِتَسکُنوا اِلَیها..﴾(۳) تا کہ تم بیوی کے پاس آرام حاصل کرو---یہ عورت کی صلاحیت اور حیثیت کا حامل جملہ ہے اور یہ گھر میں نظم و ہم آہنگی اور صحیح پروگرام مرتب کئے بغیر اطلاق نہیں پاتا۔ یہ خود ایک بلندترین ذمہ داری و

۱۔ مستدرک الوسائل ۱۴/۲۵۷

۲۔ نیز ۱۴/۲۴۶

۳۔ سورہ روم ۳۰/۲۱

عہد شناسی کو خواتین کے سپرد کرتا ہے جس میں شوہر کے ہر طرح کے سکون و آرام فراہم کرنے سے لے کر بچوں کی مناسب تربیت بھی شامل ہے۔اور مردوں کو زندگی کی جدو جہد اور بھاگ ڈور میں مدد پہنچاتی ہیں۔جب اُن کے شوہر کاموں سے تھک کر، چور ہو کر گھر پلٹتے تو بیوی کے حسن سلوک سے ، زندگی کے گمبھیر مسائل کو تھوڑی دیر کے لئے بھول جاتے ہیں اور آرام محسوس کرتے ہیں،سکون ملتا ہے،اور دوبارہ معاشرے کی بھاری ذمہ داریوں کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔۔۔(۱)

اور یہ سب ایک با سلیقہ اچھی ساتھی کے،نظم ونسق اور ہم آہنگی سے،ہی ممکن ہے

ا۔الحیاۃ ۵۴۱/۸

۲۷۔ ماں کا احترام

حضرت فاطمه علیها السلام :أَلْزِمْ رِجلَها ؛فإنّ الجَنَّةَ تحتَ أقدامِها(۱)

ماں کی خدمت کرتے رہو، کیونکہ جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔

ماں کا جو حق ہے، اُس حق کا کوئی مثل ونظیر نہیں ہے اوراس کی اہمیت تمام ادیان آسمانی میں مکمل واضح انداز سے بیان کی گئی ہے۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ اپنے حقوق کے تذکرے کے فوراًبعد والدین کے بارے میں تاکید کرتا ہے۔

﴿وَ قَضىٰ رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوا اِلَّا اِيَّاهُ وَ بِا لْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا... فَلا تَقُلْ لَهُمَا اُفٍّ وَ لَا تَنْهَرْ هُمَا وَ قُلْ لَهُمَا قَوْلًا کَرِيمًا﴾(۲)

تمہارے پروردگار نے فرمان دیا ہے کہ اُس کے علاوہ کسی کی بھی عبادت نہ کرو اوراپنے والدین کے ساتھ نیکی کرو۔۔۔اوراُن کو اُف (چھوٹی سے چھوٹی

۱۔نہج الحیاۃ ۳۲۲/۔

۲۔سورہ اسراء ۲۳/۱۷۔متن ص ۱۱۵

لفظی بے حرمتی) تک نہ کہو۔اور نہ اُن کو جھڑکو،اور اُن کے حضور اَدب سے بولا کرو۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالی کا اس آیت سے مقصد:

﴿وَاخْفِضْ لَهُمَا جَناحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمةِ...﴾

والدین کے حضور سر جھکا کر رکھو مہربانی سے اُن کے سامنے خاکسار بن کر رہو۔۔۔

فرمایا اُن پر تحقیر آمیز نگاہ نہ ڈالو بلکہ اُن پر محبت و ہمدردی کی نگاہ ڈالو اور اپنی آواز کو اُن کی آواز پر بلند نہ کرو اور اپنے ہاتھوں کو اُن کے ہاتھوں سے اُوپر نہ رکھو اور کبھی بھی اُن سے آگے آگے نہ چلو(۱)

ماں باپ کے حقوق اُن کی موت کے بعد بھی باقی رہتے ہیں اور لازمی ہے اُن کو فراموش نہ کیا جائے۔اگر وہ مقروض ہوں یا دوسروں کے حقوق اُن پر ہوں تو اُن کو ادا کیا جائے،اُن کے لئے قرآن پڑھا جائے،اُن کی طرف سے غریبوں اور مسکینوں کی مدد کرو۔بہترین عمل جس کی جزا بہت زیادہ ہے وہ حاجتمند کی ضرورت پوری کر کے اُسے خوشحال کرنا ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سَيّدُ الأبرارِ يَومَ القِيامَةِ

۱۔کافی ۱۵۸/۲

رَجلٌ برَّ والِدَیه بعدَ مَوتِهما(۱)

نیک لوگوں کا سردار قیامت کے دن وہ ہے جو کہ اپنے والدین کو اُن کی موت کے بعد نیک کاموں سے یاد رکھے۔

دینی احادیث کی تحقیق کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ماں کا حق، باپ سے زیادہ ہے۔

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: پروردگارا مجھے نصیحت کر! فرمایا!

۱۔ تمہیں ماں کے بارے میں تاکید کرتا ہوں۔

پروردگارا! مجھے نصیحت کر!

۲۔ تمھاری ماں کے بارے میں وصیت کرتا ہوں۔

پروردگارا! مجھے نصیحت کر!

۳۔ تمہیں ماں کے بارے میں سفارش کرتا ہوں۔

پروردگارا! مجھے نصیحت کر!

۴۔ تمہارے والد کے بارے میں وصیت کرتا ہوں۔

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: اس بنا پر ماں کی خدمت دو تہائی اور والد کی

۱۔ الحیاۃ ۸/۵۷

ایک سوم خدمت کرو(۱)

بہت سے جوان ایسے ہیں جو بد زبانی سے اپنی ماؤں کے دلوں کو غمناک کرتے ہیں۔اور زندگی اُن کے لئے دُشوار بنا دیتے ہیں،اس طرح وہ توفیق اور کامیابی کو کھو دیتے ہیں پھر نہیں جانتے کہ اِس کی وجہ کیا ہے؟

بہت سے جوان ایسے بھی ہیں کہ ماں باپ کا بہت احترام کرتے ہیں، گو بعض اوقات اُن کی باتوں پر عمل نہیں کرتے مگر اُن کی حرمت کا پاس کرتے ہیں اور اس طریقہ سے توفیقِ بزرگ، مادی اور معنوی حاصل کرتے ہیں۔

۱۔الحیاۃ ۵۷۸/۸

۲۸۔ وداع پیغمبرؐ اکرم

حضرت فاطمہ علیہا السلام : یا بِلال !وما یَصنَعُ والِدی بِالقَضِیب؟ولیسَ ھذا یومَ القَضِیب؟ ... (۱)

یا بِلال!فَقُل لِلحَسنِ وَ الُحُسَینِ یقُومانِ اِلی ھذا الرَّجلِ فَیَقُتَصُّ منھما ولا یَدعانہ یقُتَصُّ من رسولِ اللّٰہِ (۲)

یابلال ! میرے والدمحترم اپنے ہاتھ کی چھڑی سے کیا کرنا چاہتے ہیں ؟ (یہ وہی عصا ہے جس کو حضورؐ اکرم میدان جنگ میں صف آرا ہونے کے لئے اپنے ساتھیوں کواشارے دینے کے لئے استعمال کرتے تھے) مگرآج تو ایسی کوئی صورت لاحق نہیں ؟

(اس چوب (چھڑی) سے پیغمبرؐ اکرم مجاہدین کی صف کو دُرست کرتے تھے؟)

اے بلال ! حسنؑ وحسینؑ سے کہو،نزدیک جائیں،اوروہ شخص جوقصاص

۱۔بحارالانوار ۵۰۸/۲۲

۲۔نہج الحیاۃ ۶۰/

میرے بابا سے لینا چاہتا ہے، وہ میرے بچوں سے لے لے!

جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہوئے اور زندگی کی گھڑیاں کم رہ گئیں تو آپؐ نے بلال سے کہا: لوگوں کو مسجد میں جمع کرو۔

جب لوگ مسجد میں جمع ہوگئے۔ تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بستر سے اُٹھے، عمامہ سر پر رکھ کر مسجد میں تشریف لے آئے۔ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور خداوند کی حمد وثناء کے بعد، فرمایا: اے میرے صحابہ ! میں تمہارے لئے کیسا پیغمبر تھا؟ کیا تمہارے سامنے میں نے جہاد نہیں کیا؟ کیا جنگ میں میرے دانت نہیں ٹوٹے؟ کیا (میدان جنگ میں شمشیروں، نیزوں گھوڑوں کے دوڑنے سے) میرے چہرے پر خاک نہیں بیٹھی؟ (آپ کا میدان جنگ میں حاضر رہنا) کیا میرے رخسار پر خون جاری نہیں ہوا اور اِس کی وجہ سے میری داڑھی سرخ نہیں ہوئی ؟ کیا میں نے اس اُمت کی خاطر مشکلات، رنج اور مصیبتیں برداشت نہیں کیں؟ کیا بھوک (۱) کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر نہیں باندھا ؟

اصحاب نے کہا: کیوں نہیں یا رسولؐ اللہ! آپؐ نے راہ خدا میں صبر کیا... اللہ آپ کو بہترین اَجر وصلہ عطا فرمائے۔

اس کے بعد فرمایا: میرے پروردگار نے قسم کھائی ہے کہ ظالم کے ظلم کو معاف

۱۔ جب پیغمبرؐ و علیؑ کو بہت بھوک لگتی اور کھانے کو کچھ نہ ہوتا تو دونوں اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے تا کہ بھوک کا کم سے کم احساس کریں۔

نہیں کروں گا۔

تمہیں میں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اگر کسی پر بھی محمدؐ کی طرف سے ظلم ہوا ہو وہ کھڑا ہوجائے اور وہ قصاص لے لے! کیونکہ دُنیا میں قصاص لینا میرے نزدیک قیامت کے دن کے قصاص، لینے سے کہیں بہتر ہے۔اس ہنگام ایک مرد جو دُور بیٹھا ہوا تھا کھڑا ہوگیا، اُس کا نام (سوادۃ بن قیس) تھا اُس نے کہا: میرے ماں باپ، یارسولؐ اللہ آپؐ پر قربان ہوجائیں، جب آپ طائف سے واپس آئے تھے تو میں سب سے پہلے آپؐ کے استقبال کے لئے آیا تھا اور آپؐ اُس مادہ اُونٹ پر سوار تھے جس کے کان چھدے ہوئے تھے اور آپؐ کے ہاتھوں میں ایک پتلی چھڑی تھی۔چھڑی والا ہاتھ آپؐ اُوپر لے گئے اور چاہتے تھے کہ اُونٹ کو ہانکیں لیکن وہ مجھے لگی، میں نہیں جانتا کہ خطا کی وجہ سے تھی یا عمداً ؟

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی سے پناہ چاہتا ہوں کہ عمداًاس طرح کا مجھ سے کام سرزد ہو؟اس کے بعد فرمایا: بلالؓ، فاطمہؑ کے گھر جاؤ اور وہاں سے میری پتلی چھڑی لے آو۔

بلالؓ نے مدینہ کی گلیوں میں فریاد کی ،اے لوگو! کون ہے جو قیامت کے آنے سے پہلے خودکو رسولؐ اللہ کی جگہ قصاص کے لئے پیش کرے ؟

وہ حضرت فاطمہ علیہا السلام کے گھر گئے اور دروازے پر دستک دی اور عرض

کیا : یا بی بی فاطمہؑ، اپنے بابا کی چھڑی دے دیں!

حضرت فاطمہ علیہا السلام نے پوچھا: بابا اس وقت اور اس حالت میں کیا کرنا چاہتے ہیں ؟

بلال نے عرض کیا: آپؑ نہیں جانتی کہ آپؑ کے والد منبر پر ہیں اور لوگوں کو وداع کر رہے ہیں۔

حضرت فاطمہ علیہا السلام نے فریاد کی، اے بابا! آپؐ کے غم پر مجھے دُکھ ہے؟۔۔۔اس کے بعد اپنے والد کی چھڑی، بلال کے حوالے کر دی۔

بلالؓ وہ چھڑی لے کر پہنچے اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے کی پیغمبرؐ اکرم نے پوچھا: وہ مرد کہاں ہے؟ اُس نے کہا: یا رسولؐ اللہ، میرے ماں باپ آپؐ پر فدا، میں یہاں پر ہوں۔

پیغمبرؐ اکرم نے فرمایا: میرے پاس آ جاؤ اور مجھ سے اُس کا بدلہ لے لو تا کہ راضی ہو جاؤ۔

اُس بوڑھے آدمی نے کہا، اپنے شکم سے قمیض کو اُوپر کریں، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسی طرح کیا۔ بوڑھے آدمی نے کہا؛ کیا مجھے آپؐ اجازت دیتے ہیں کہ آپؐ کی پشت پر بوسہ دے دوں؟ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دے دی۔ اور اُس نے اسی طرح کیا۔

پیغمبر اکرمؐ نے کہا: اے سوادہ کیا مجھے بخش رہے ہو یا بدلہ لوگے؟ اس نے کہا: معاف کر دیا۔

اس ہنگام پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یااللہ! سوادہ کو بخش دے جس طرح اس نے تیرے پیغمبر کو معاف کیا ہے، اس پر آخرت کا حساب و کتاب آسان کر دے (۱)

اللہ کے برگزیدہ بندوں کی ساری زندگی درس ہے۔ درس زندگی اور احترام، جس سے سعادت دارین حاصل ہوتی ہے۔

۱۔ بحارالانوار ۵۰۸/۲۲ و ۵۰۹

۲۹۔رسم ورواج

حضرت امام صادق علیہ السلام اپنی جدہ ماجدہ جناب سیّدہ سے روایت کرتے ہیں:...**لـمّـا قُتِـل جعـفـرُ بـن ابـی طالب أمرَ رسولُ اللهِ ...فـاطـمةَ.**"ص "**أن تـأتِـیَ بأسُماء بِنتِ عُمَیس هی و نِساؤها و تُقِیمَ عِندَها ثلاثاً و تَصْنَعَ لَها طعاماً ثلاثةَأیّام**(۱)

جب جعفر بن ابیطالب شہید ہوگئے ،پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہؑ سے فرمایا کہ اسماء بنت عمیس اور اُن کے خاندان کی خواتین کے پاس تین روز رہواور اُن کے کھانے پینے کا بندوبست کرو۔

جب کسی گھر میں موت واقع ہوتی ہےتو فطری طور پر گھر والے رنج و پریشانی میں مبتلا ہوتے ہیں اور دُنیا کے تمام مشاغل سے،خاص طور سے شروع کے چند دنوں میں،نمٹنے کی ہمت اور حوصلہ نہیں رکھتے۔

آجکل تو غمزدہ گھرانوں پر ایک بہت بڑی اور مصیبت آئی ہے کہ مہنگائی

۱۔محاسن /۴۱۹

کے دَور میں اُنھیں بہت بڑے مصارف بھی برداشت کرنا پڑتے ہیں اور بعض اوقات بے چارے مقروض بھی ہو جاتے ہیں۔

ایسی صورت حال میں پہلے تو غمزدہ گھرانے کوتعزیت وتسلّی دینا چاہیےاور اُن کے غم کو ہلکا کرنا چاہیے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ اگر ممکن ہوتو اُن کے اخراجات کم سے کم ہوں اگر وہ بھی قابل برداشت نہ ہوں تو اس میں مقدور رکھنے والے اپنا حصّہ ڈال دیں۔

اللہ کے رسولؐ نے ہمیں بہترین درس دیا ہے وہ یہ ایسے موقع پر اپنی عزیز بیٹی حضرت فاطمہؑ سے فرمایا: تین دن تک صاحبان عزا کے لئے کھانا آمادہ کرواور اُن کو اِس ذمہ داری سے فارغ کردو۔

اس بنا پر سوگواروں کو غذا وطعام دینا اسلامی سنت ہے نہ کے اُن کہ گھر جا کر خود صاحبان عزا کے ساتھ کھانا، جیسے کہ ہمارے معاشرے میں ایک رسم بن چکی ہے۔اور یہ خلاف سنتِ پیغمبرؐ ہے۔

عباس بن موسی بن جعفر نے، امام موسی کاظم علیہ السلام سے روایت بیان کی، میں نے اپنے والد سے پوچھا لوگوں کے لئے سوگواری کیسی ہو؟ فرمایا: جب جعفر بن ابیطالب کی شہادت کی خبر پیغمبراؐ کرم کو ملی، تو آپؐ اسماء بنت عمیس، زوجہ جعفر کے گھر گئے اور کہا: میرے بیٹے کہاں ہیں؟

اسماء اور اُن کے تین بیٹیوں عبداللہ، عون، محمد کو بلایا، پیغمبرؐ اکرم نے اپنا دست مبارک اُن کے سر پر رکھا، اسماء بنت عمیس نے کہا، یا رسولؐ اللہ! آپؐ اُن کے سر پر ایسے ہاتھ رکھ رہے ہیں کہ لگتا ہے کہ یتیم ہو گئے ہوں؟

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اسماء کے مشاہدے سے متحیّر ہوئے اور کہا اے اسماء کیا نہیں جانتی ہو کہ جعفر (اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو) شہید ہو گئے ہیں؟ اسماء نے یہ خبر سنی اور رونا شروع کر دیا۔

پیغمبرؐ اکرم نے اُس سے کہا: گریہ نہ کرو کیونکہ جبرئیل نے مجھے خبر دی ہے کہ جعفر کو بہشت میں یاقوت سرخ کے دو پر عطا کئے ہیں۔

اسماء نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! اگر لوگوں کو جمع کریں اور جعفر کی فضیلت اُن کو بتائیں تو ان کی فضیلت یادگار رہو جائے گی۔

اُن کے مشورے سے آپؐ خوش اور راضی ہوئے۔ اُس کے بعد فرمایا: جعفر کے خاندان والوں کو کھانا بھیجیں اور یہ کھانا بھیجنا اُس زمانے سے، ایک سنت اور معمول بن گیا(۱)

۱۔الحیاۃ ۴۸۵/۸

۳۰۔کھانے کے آداب

حضرت فاطمة علیها السلام: فِی المائِدةِ اثنتا عشرةَ خَصْلَةً یَجِبُ علٰی کلِّ مُسلمٍ أن یَعرِفَها: أربَعٌ فیها فَرضٌ، و أربَعٌ فیها سُنَّة، وأربَعٌ فیها تَأدِیبٌ. فأمّا الفَرض فالمَعِرفة و الرِّضیٰ و التَّسْمِیةُ و الشُّکر. وأمّا السُّنَّةُ: فالوُضوء قبلَ الطَّعامِ ... و أمّا التَّأدِیب: فالأ کلُ بما یَلِیکَ و تَصْغِیرُ اللُّقمةو المَضْغُ الشدید و قِلَّةُ النَّظَر فی وُجوهِ النَّاسِ(۱)

جب کھانا کھانے کے لئے دسترخوان پر بیٹھیں، تو بارہ باتوں کا خاص خیال رکھا جائے، ہر مسلمان پر لازم ہے: چار واجب، چار مستحب اور چار اَدب و تربیت سے متعلق جان کاری رکھیں۔

واجب: معرفت وشناخت رکھنا، ہر قسم کے کھانے کو راضی خوشی کھانا، اللہ کا نام (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) لینا اور شکر بجالانا (غذا کے بعد)

۱۔ نہج الحیاۃ ۵۵/

مستحب: ہاتھوں کو غذا سے پہلے دھونا، دوزانوں بیٹھنا۔۔۔

آداب دستر خوان: غذا اپنے سامنے سے کھانا، چھوٹے چھوٹے لقمے توڑنا، خوب چبانا اور دوسروں کی جانب بہت کم دیکھنا۔

دین کامل کی ایک پہچان اور علامت یہ ہے کہ انسان کے ہر شعبہ زندگی میں رہنمائی اور ہدایت کرتا ہے اور ہر حال میں زندگی گذارنے کے سلیقے اور آداب سکھاتا ہے۔

اسلام ایک مکمل دین ہے جو اپنے ماننے والوں کو آداب زندگی کی تعلیم دیتا ہے تاکہ ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضایت اُس کے پیش نظر رہے۔ جسم کے لئے کھانا پینا لازمی ہے، لہذا اس کے بھی آداب وشرائط بیان کئے گئے ہیں۔

غذا کھانے کی صحیح روش اور اُس سے فائدہ حاصل کرنے کے طریقے بھی سکھائے گئے ہیں۔

وہ چیزیں جو زمین سے پیدا ہوتی ہیں اور کھانے پینے کے کام آتی ہیں قرآن مجید میں اُن کا بہت ذکر کیا گیا ہے۔ پھلوں، سبزیوں، دالوں اور قسم قسم کے گوشت کے بارے میں آیات نازل ہوئی ہیں۔ احادیث میں تعلیمات کے عنوان سے خوراک اور پانی وغیرہ کے فوائد کے لحاظ سے بہت ذکر کیا گیا ہے ایسی کتابوں اور کتب فقہی میں **اطعمہ و اشربہ** کے نام سے باب

موجود ہے اور اس میں بہت ہی عمیق ،علمی ،طبیعی ،تربیتی ،اجتماعی ،اقتصادی اور۔۔۔مسائل عنوان بنائے گئے ہیں۔

جو کچھ اِن کتابوں میں آیا ہے،اُن میں دسترخوان پر بیٹھنے کے طریقے ہیں کون سی خوراک فائدہ مند ہے اور کیسے کھائے۔جیسے کے اس حکمتِ فاطمی میں کچھ اشارہ اس بارے میں کیا گیا ہے۔

اور یہ موضوع امام حسنؑ اور امام علی علیہ السلام کی حدیث میں بھی ملتا ہے بعض الفاظ کا مفہوم ومطلب واضح کیا گیا ہے جیسے ''المعرفۃ'' شناخت وآ گاہی ہے۔کیا یہ معرفت وشناخت ،دسترخوان پر بیٹھنے سے متعلق ہے؟ اُس کے شرائط اور آداب کیا ہیں۔کون سی شناخت ہو؟ اور شناخت کیا ہے؟

امام علی علیہ السلام کی حدیث میں اس موضوع کی تشریح ہوئی ہے۔امام صادق علیہ السلام نے اپنے آباء سے اور پھر حضرت علیؑ نے رسولؐ اللہ سے کہ اُنھوں نے حضرت علیؑ کو وصیت کی: یا علیؑ شائستہ ہے کہ جب مسلمان دسترخون پر بیٹھے تو بارہ باتوں کا خیال رکھے،ان میں سے چار واجب ہیں اور۔۔۔

فأمّا الفَرِيضَة فالمعْرِفَةُ بمايأكل ،والتسمِيةُ،والشُّكر والرضا...(۱)

۱۔وسائل الشیعہ ۱۶/۶۴۹

وہ چار واجب یہ ہیں کہ دیکھے کیا کھانا ہے، **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** پڑھنا، آخر میں شکر خدا اور نعمت خدا پر راضی رہنا۔

لفظ "**المعرفة**" پہچاننا: حضرت فاطمہ علیہا السلام کے کلام میں بدون قید و شرط ہے اور ممکن ہے اس کے متعدد معنی مقصود ہوں:

۱۔ خدا کی معرفت کہ وہ بخشنے والا اور طرح طرح کی خوراک کو پیدا کرنے والا ہے۔ ایک مسلمان کے کے لئے یہ زیبا ہے کہ نعمتیں عطا کرنے والے کو پہچانے۔

۲۔ حلال و حرام کی پہچان رکھتا ہو، جو وہ کھا رہا ہے یہ دو طرح سے معلوم ہوتی ہیں۔

آ۔ جو خوراک حلال نہیں ہے جیسے سور کا گوشت اور شراب و۔۔۔۔

ب۔ یعنی رزق حلال ہے یا نہیں، ناجائز طریقے سے کمایا ہوا مال تو نہیں، جیسے سودخوری، چوری، گرانفروشی، غصب و رشوت و۔۔۔

۳۔ جو کچھ کھانے والا ہے وہ مفید ہے نقصان دہ تو نہیں

مختلف قسم کے لوگ بعض چیزوں سے پرہیز کرتے ہیں جیسے زیادہ چکنائی والا کھانا یا گائے کا گوشت ... بہت سے لوگ میٹھا نہیں کھاتے ...

آجکل مختلف امراض کی وجہ سے لوگ، نمک کی مقدار اور بہت سی دیگر چیزوں کا بھی خیال رکھتے ہیں۔ ان سب کی پہچان ضروری ہے۔

کھائے یا نہ کھائے البتہ لازم ومفید کی آگاہی رکھتا ہو، اِسی بنا پر اگر چہ لفظ "**المعرفة**" حضرت فاطمہ علیہا السلام کے کلام میں بغیر قید آیا ہے مگر تینوں باتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔اسی بناپراس قید کے ساتھ "**بمایأکل**" واضح انداز سے تاکید کیلئے ہے کہ مسلمان کے لئے ضروری ہے تین باتوں کا خیال رکھے:

آ۔حلال وحرام کھانے پینے والی چیزوں کو پہچانے۔

ب۔رزق حلال کی کمائی سے ہے یا ناجائز ذرائع سے۔

ج۔مفید ومضر خوراک ہونے کو خود اپنی سلامتی کے بارے میں جانے اور ہر چیز نہ کھائے اگر چہ وہ لذّت بخش ہی کیوں نہ ہو۔

اس بنا پر ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے لئے ،اس حکمتِ علوی و فاطمی میں حیات بخش نکات کی جانب اشارہ ہے جو جسم و جان کی سلامتی کی ضمانت دیتی ہے۔

۱۳۱۔ روابط اجتماعی

حضرت فاطمہ علیہا السلام: خِیارُکُم أَلْیَنُکُم مُناکَبةً... (۱)

تم میں سے بہترین وہ ہے کہ جو لوگوں سے نرم اور ملائم لہجہ میں بات کرے۔

انسان کی خصوصیات اور کردار لوگوں کے درمیان نکھرتی ہے، اس میں بہت ساری صلاحتیں ہوسکتی ہیں مگر وہ جب دوسروں کے ساتھ ملتا ہے تو پھر اُن کا اظہار ہوتا ہے۔

ممکن ہے انسان تنہا زندگی گذار دے تو پھر اُس کے لئے ذات کی تکمیل ممکن نہیں، وہ زندگی کے آداب وشرائط سے نا بلد ہی رہے گا اور نہ ہی اُسے اپنی قابلیت اور شخصی جوہر کے متعلق صحیح اندازہ ہو سکے گا۔ انسان کی خصوصیت ہی یہ ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان رہ کر، اپنے آپ کو منوائے اور دوسروں کے لئے بھی ہمکاری کرے۔

اس موضوع پر علماء اخلاق، انسانی نفسیات کے ماہرین، سماجیات کے

۱۔ نہج الحیاۃ ۱۶۸

اسکالرز اور خاص طور سے دینی رہنماؤں نے بہت توجہ دی ہے۔

اسلامی تعلیمات کا گہرا اور عمیق مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ معاشرتی زندگی اور سماجی حوالوں سے اس میں کتنی فطری اور انسانی طبیعت ومزاج سے ہم آہنگ باتیں موجود ہیں، جو دین اسلام کے علاوہ کسی بھی دوسرے دین یا سماجی نظام میں نہیں۔

آج انسان سے متعلق علوم پر بہت تحقیق ہو رہی ہے اور مزید نکات سامنے آرہے ہیں جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ اجتماعی روابط اور تشکیل معاشرہ کے لئے جو اصول اسلام نے واضح کئے ہیں اُن کی افادیت مسلم ہے، جو ایک اچھے مفید انسان کو معاشرہ کی تعمیر کے لئے تیار کرتا ہے۔اس پورے موضوع کو بیان کرنا یہاں ممکن نہیں(۱)

یہاں ہم صرف ایک اصل کو بطور خلاصہ پیش کرتے ہیں۔اور وہ روابط اجتماعی میں نرمی سے پیش آنا اور ہر طرح کی کج خلقی، رعب و دبدبہ اور دوسروں پر غلبہ حاصل کرنے یا اپنے آپ کو برتر سمجھنے کی نفی کرتا ہے۔

انسانِ اسلامی، طبقات اجتماعی کے تمام افراد کے ساتھ، چھوٹے بڑے، زن ومرد، بالخصوص کم حیثیت لوگ، محروم وناتوان افراد، کے ساتھ انسانی محبت سے

۱۔ یہ موضوع، کتاب الحیاۃ، ج ۸، صفحات ۵۸۹۔۷۰۲ باب ''ضوابط درروابط اجتماعی'' میں آیا ہے

پیش آنا ہے۔

امام صادق علیہ السلام کی روایت کے مطابق ، پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عبادت کے اعلیٰ مرتبہ پر وہ ہیں جو دوستی میں خالص اور تمام مسلمانوں کے لئے خیر و بھلائی سوچتے ہیں(۲)

پیغمبر اکرم کے اس کلام کے مطابق: اپنے اور بیگانوں سے خوش اخلاقی سے پیش آئے اور اپنے آپ کو خوش اخلاق بنائے اور ملائم گفتار رکھے۔اور ہر طرح کی فضول بحث مباحثہ اور بد کلامی سے پرہیز کریں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: عام لوگوں کے ساتھ، خوش اخلاقی سے پیش آ ؤ اور اُن سے دوستی کرو(۱) سب کو ایک نگاہ سے دیکھو اور اللہ کی مخلوق جانو اور انسانی معاشرے کو خدا کا خاندان جانو۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا، اللہ نے فرمایا: تمام انسان میرا خاندان ہیں۔ میں اُس شخص کو بہت پسند کرتا ہوں جو میری مخلوق سے مہربانی سے پیش آئے اور خلق کی حاجات کو پورا کرنے کی زیادہ کوشش کرتا رہے(۲)

عام طریقے سے یہی زندگی میں رویہ ہونا چاہیے اور انسان ہمدردی اور مدد گاری کے لئے کوشش کرے البتہ خاص معالات میں اور قریبی تعلقات کے

۱۔الحیاۃ ۶۳۱/۸

۲۔کافی ۱۹۹/۲

رشتے برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ خوب غور و خوض کیا جائے اور چھان بین کئے بغیر کاروباری یا خاندانی معاملات میں شریک نہ کیا جائے۔

ہر طرح کے افراد معاشرے میں ہوتے ہیں، دھوکے باز، فریب کار، جھوٹے خیانت کار اور دغا باز، لہذا انسان نقصان بھی اُٹھا سکتا ہے البتہ مناسب یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے محض رسمی رابطہ رکھے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مومن کی توصیف میں فرماتے ہیں:۔۔۔وہ لوگوں کے درمیان سب سے زیادہ ہوشیار ہوتے ہیں (۱)

امام صادق علیہ السلام کا یہ کلام ہر طرح کے ارتباط و ملاپ کے لئے معیار اور کسوٹی ہے: لوگوں کے ساتھ روابط اُسی وقت برقرار رہ سکتے ہیں جب انسان میں دو چیزیں بدرجہ اتم موجود ہوں، اول ذہانت و ذکاوت اور دوسرے وسعت قلبی اور درگذر۔

اس لئے کہ انسانوں میں ہر طرح کے لوگ موجود ہیں اسلئے سب سے ایک جیسی توقعات وابستہ نہیں کی جاسکتیں۔ اندازہ فکر و نظر اور سطح فہم و عقل مختلف ہوتی ہے۔ بہت کم لوگ ہیں جو اخلاقی اقدار اور اصول و قانون کی پابندی اور لحاظ رکھتے ہیں اور ایسے ہی لوگوں کی زندگی میں نظم و نسق ہوتا ہے۔ اس لئے بہت

۱۔ الحیاۃ ۶۸۷/۸

چوکس رہنا چاہیے(۱) اور گہری نگاہ کی ضرورت ہے۔ معاملہ فہمی لازم ہے ورنہ نقصان ہوسکتا ہے۔

بعض اوقات جانتے بوجھتے کچھ چیزوں کے متعلق چشم پوشی کرنا پڑتی ہے اور انجان بننا پڑتا ہے، جسے عرف عام میں تجاہل عارفانہ بھی کہہ سکتے ہیں.....(۲)

۱۔ بحارالانوار ۷۸/۲۴۱۔

۲۔ الحیاۃ ۶۸۸/۸ و ۶۸۹

۳۲۔مزدوروں کے حقوق

حضرت فاطمه علیها السلام :أوُصانی رسولُ اللّٰهِ أن تکُونَ الخِدمَةَ لَها یوماً ولِی یوماً فَکانَ أمُسِ یَومَ خِدمَتِها، والیومَ یومُ خِدمتی(۱)

پیغمبرؐ خدا نے مجھے نصیحت کی اپنے گھر کے کاموں کو فضہ کے ساتھ تقسیم کروں،ایک روز وہ کام کرے اورایک روز میں،کل اُس کی باری تھی آج میری باری ہے۔

عوامی قانون معاشرے کے تمام طبقات کے لئے ہوتا ہے مگراس میں مزدور اورمحنت کش لوگوں کے ساتھ خاص طور پرعدل واحسان کی بہت اہمیت ہے یعنی خواہ ہم اجرت یا معاوضہ لے کرکسی کے لئے کام کریں یا کوئی ہمارے لئے کام کرے ہر دوصورت میں منصفانہ اصول وشرائط کو پیش نظر رکھا جائے،یعنی کام کی

۱۔نہج الحیاۃ /۱۷۹

مقدار، اوقات کار اور کام کی نوعیت یہ سب پہلے سے آجر اور اجیر کے درمیان انصاف پر مبنی اصول کے تحت طے ہو جانا چاہیے، انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے بعد پھر احسان کا بھی ایک اصول اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے یعنی کام لینے کے بعد اجرت کی ادائیگی کے ساتھ بونس وغیرہ کی ادائیگی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب برحق میں عدل کے بعد احسان کا تذکرہ کیا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالعَدلِ وَالْإِحسان...﴾(۱)

اللہ تعالیٰ عدل واحسان کا فرمان دیتا ہے۔

اسماعیل بن مسلم کہتے ہیں، امام صادق علیہ السلام کے پاس ایک شخص آیا اور اُس نے عرض کیا: یابن رسول اللہؐ "اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بالعَدلِ وَ الاِحسان..." خداوند نے احسان سے متعلق جوحکم دیا ہے، تو ہم اس کا کیا مطلب سمجھیں؟

امامؑ نے فرمایا: بیشک خدا کا، اپنے بندوں کو اَمر وفرمان عدل واحسان کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے، پس یہ حکم خدا عمومی ہے(۲)

لوگوں میں مختلف نوعیت کے کاریگر ہیں کارخانوں وکھیتوں، کوچہ وخیابان اور گھروں میں کام کرنے والے سب ایک جیسے (گوشت پوست کے) انسان

۱۔ سورہ نحل ۹۰/۱۶

۲۔ الحیاۃ ۶۰۳/۶

ہیں، لہذا اُن سے انسانی نفسیات کے مطابق سلوک کرنا چاہیے۔اُن کی آبرو و عزت کا خاص خیال رکھنا چاہیے، اُن کی جائز آمدنی اُنہیں عزت نفس کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ملنا چاہیے۔

اگر گھر کی مالکن، اپنی کام کرنے والی سے کام لیتے وقت، خود اُس کا ہاتھ بھی اُس کام میں شامل ہو جائے تو اِس میں کوئی بھی عیب نہیں ہے۔کھانے کے وقت ایک ہی دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھائیں تو یہ حسن سلوک اچھی بات ہے۔

حضرت فاطمہ علیہا السلام سے زیادہ کس کی منزلت اور مقام ہوسکتا ہے مگر اُنھوں نے اپنی کنیز فضہ کے ساتھ کام کو تقسیم کر رکھا تھا؟!

امام رضا علیہ السلام سے متعلق ابراھیم بن عباس کہتے ہیں۔۔۔امام رضا علیہ السلام جب اپنے بیت الشرف میں کھانا تناول فرماتے تو دسترخوان پر سب خادموں، کنیزوں حتّی کہ دربان کو بھی یعنی سب چھوٹے بڑے ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے (۱)

جب بھی کسی سے کوئی کام لیا جائے تو اُس کی اُجرت ومزدوری کی ادائیگی بر وقت ہو اور اس میں کوتاہی یا کمی کرنا ظلم ہے، جس کی بخشش نہیں۔

ا۔عیون اخبار الرضا ۱۸۴/۲

امام جعفر صادق علیہ السلام کی روایت کے مطابق، اپنے آباء سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مناہی بیان فرماتے ہیں (وہ چیزیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے منع کیا ہے) جو بھی کاریگر کی اُجرت کے بارے میں اُس پر ستم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی دوسری نیکیوں کے ثواب کو محو کر دیتا ہے۔ جنت کی خوشبو اُس پر حرام کر دیتا ہے، جبکہ جنت کی خوشبو پانچ سو سال کے راستے سے آنا شروع ہو جاتی ہے(۱)

امام علی علیہ السلام کے زمانہ حکومت میں آپؑ نے دو لباس خریدے، بہتر اور گران قیمت لباس اپنے غلام قنبر کو دیا۔

امام باقر علیہ السلام سے۔۔۔امام علی بن ابیطالب لباس فروش کی دوکان پر گئے اور دو لباس خریدے ایک تین درھم میں اور ایک دو درھم کا، قنبر کو تین درھم والا لباس دیا جبکہ اپنے لئے دو درہم والا لباس پسند کیا۔

قنبر نے جب یہ مشاہدہ کیا تو عرض کیا: یہ لباس آپؑ کے لئے بہتر ہے، کیونکہ آپؑ کا رابطہ ہر طرح کے افراد سے ہے پھر آپؑ اُن سے ملاقاتیں اور خطاب بھی کرتے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا، تم جوان ہو، اور ایسا لباس تمھارے لئے

۱۔ وسائل الشیعہ ۱۳/۲۴۷؛ الحیاۃ ۵/۵۴۷

زیادہ اچھا ہے، میں پروردگار سے حیا کرتا ہوں کہ تم پر برتری کروں جب کہ میں نے اللہ کے رسولؐ سے سنا ہے: اوران کو وہ ہی پہنا ؤ جو خود پہنتے ہواور اُن کو وہ ہی کھلا ؤ جو خود کھاتے ہو۔۔۔۔(۱)

۱۔الحیاۃ ۴۰۲/۲

۳۳۔انقلاب کونقصان پہنچانے والے عوامل

حضرت فاطمه علیها السلام: فَهَيهاتَ مِنكُم، و كيفَ بِكُم، وأنّى تُؤفكُون ؟!... وكتابُ اللّٰهِ بينَ أظهُرِكُم... قد خَلَّفتُمُوه وَراءَ ظُهُورِكُم ...(۱)

تم کیسے لوگ ہو (دین سے) کتنے دُور جا چکے ہو۔اپنے رُخ کو دوسری جانب کر لیا ہے حالانکہ کتاب اللہ تمہارے سامنے ہے، اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے لیکن قرآن کو تم نے پس پشت ڈال دیا ہے (اس سے دُور ہو گئے ہو) تین بڑی آفتیں انقلاب کے راستے میں موجود ہوتی ہیں۔اور بغیر استثناء اُس کو ہر تاریخ میں دیکھ سکتے ہیں اور کتابوں میں پڑھ سکتے ہیں۔

۱۔تعلیمات واصول انقلاب کونظر انداز کرنا

جب انقلابی قوتیں، انقلاب کی اہمیت اور قدر و قیمت کو فراموش کرتی ہیں۔اور انقلابی نصائح کو ایک طرف رکھ دیتی ہیں، انقلاب کے مقصد اور ہدف

۱۔نہج الحیاۃ ۱۱۰/

سے منہ موڑ لیں، تو آہستہ آہستہ انقلاب کا رنگ پھیکا پڑنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ انقلابی دُور ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔اور پھر انقلاب، ضد انقلاب میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

اس حکمتِ فاطمی میں اسی موضوع پر توجہ دلائی گئی ہے کہ تم نے اے مسلمانوں منشور انقلاب یعنی قرآن کریم کو چھوڑ دیا ہے۔اس کے اصولوں اور نصیحتوں کو نظر انداز کر بیٹھے ہو، اس کے دستور و قانون سے تم نے بے رخی برتنا شروع کر دیا ہے تو پھر نتیجہ ظاہر ہے تم آگے بڑھنے کی بجائے پرانی روش کی طرف پلٹ رہے ہو۔

۲۔تن آسانی اور آرام طلبی

انقلابی قوّتیں جو انقلاب کو مضبوط اور مؤثر کرنا چاہتی ہیں، جو ہر طرح کی قربانی دے کر اور اپنے شب و روز انقلاب کی خاطر وقف کر دیتے ہیں، آرام و آسائش طلبی کو ایک طرف رکھ دیتے ہیں۔ پھر تن آسانی اور خود پسندی کی طرف آجاتے ہیں۔۔۔!

حضرت فاطمہ علیہا السلام نے اپنے خطبہ معروف کے ایک حصّہ میں اس حقیقت کی جانب اشارہ کرتی ہیں کہ تم نے اسلام قبول کیا اور اس کی اصل یعنی توحید کا اقرار کیا اور اس پر یقین کر لیا ہے۔اس کے سایہ میں سخت کوششیں اور فدا

کاریاں انجام دیں کہ دل کو دُنیا اور اُس کی کشش سے علیحدہ کرلیا، اُن کے پیٹ خالی مگر چہرے بشاش تھے ۔

حضرت فاطمہ علیہا السلام:... و نَطَقَ زَعیمُ الدِّین، و خَرِسَتْ شقاشقُ الشَّیاطین، وطاحَ وَشِیظُ النِّفاق وَ انحلَّتِ عُقَد الکُفر و الشِّقاق، و فُهْتُم بِکلمةِ الاخلاصِ فی نَفَرٍ من البِیضِ الخِماص(۱)

حضرت فاطمہ علیہا السلام نے فرمایا، رہبر دین (پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جب کلام کیا تو شیاطین گونگے ہوگئے ۔اور نفاق کے کانٹے راستے سے ہٹ گئے ۔ بے دینی اور تفرقہ کا غبار چھٹ گیا، ایک دوسرے سے جدا ہوگئے ۔اورتم نے کلمہ اخلاص (کلمہ توحید کو) کو زبان پر جاری کیا۔اوراس کے سایہ میں، نورانی افراداور خالی پیٹ والوں نے مجاہدہ کیا (جب کہ بھوک سے اُن کے شکم کمر سے لگے ہوئے تھے، انقلاب آیا، جو بھوکوں اور محروموں کا انقلاب تھا)

لوگوں نے اپنے عیش و آرام کو فدا کیا، فدا کاری، ایثار اور جد و جہد سے چہار جانب اسلام کا بول بولا کردیا۔اُنھوں نے پیغمبرؐ بزرگ کی رہبری کے سایے

۱۔نہج الحیاۃ /۱۰۸

میں تقویت حاصل کر کے، اصول انقلاب کو وسعت دی اور وہ معاشرہ جو مکمل شہوت وفساد میں مبتلا تھا، اُس کو فدا کاریٔ بزرگ، جہاد حقیقی کی طرف پھیرا اور اُن سے آزادوں اور سچے فدا کاروں کا محاذ تشکیل دیا۔

حضرت فاطمہ علیہا السلام اپنے کلام کے ایک اور حصّہ میں فرماتی ہیں:

و تَحَمَّلْتُم الكَدَّ و التَّعَب و نا طَحْتُمُ الْاُمَم و كا فَحْتُمُ الْبُهَم...(۱)

سختیوں اور رنج کے مقابلے میں تم نے صبر کیا اور سرکش قوموں کے ساتھ نبرد آزمائی کی، دوسروں کے مقابلہ میں جمے رہے۔۔۔

اس حکمتِ فاطمی میں کہ جس میں رنج وسختی کا اور ایثار بے مثل کا تذکرہ ہے، جس سے دُورانِ انقلابِ اسلامی کی یاد آجاتی ہے۔

۳۔ دولت پرستی وثروت اندوزی

انقلابی قوتیں جب سادہ زندگی کو ترک کر دیتی ہیں اور عیش طلبی کی جانب راغب ہوتی ہیں تو دنیوی آرام وآسائش کے حصول میں لگ جاتی ہیں، سختیوں کو فراموش کر دیتی ہیں تو اس سے انقلاب کا کام ختم ہونے لگ جاتا ہے۔

حضرت فاطمه عليها السلام :ألا قَد أرىٰ أن قَد أخْلَدْ تُم اِلى

۱۔ نیز ۱۱۸/

الخَفضِ... وخَلوتُم بِالدَّعَة و نَجوتُم من الضِّيقِ بالسَّعَة فَمَجَجتُم ما وَعَيتُم و دَسَعتُم الَّذی تَسوَّغتُم...(۱)

جان لوکہ میں فکرمند ہوں کہ تم نے تن آسانی کی عادت بنالی ہے۔۔۔اور عیش وعشرت میں زندگی گذارنا چاہتے ہو، شدائد ومشکلات سے بچنا چاہتے ہو، اور مال ودولت کی ریل پیل ہے، پس جو حاصل کر چکے تھے وہ اپنے ہاتھوں سے کھو دوگے، تمھاری جمع شدہ پونجی ہاتھ سے جارہی ہے، انقلاب کا شور وشعور جھاگ کی طرح بیٹھ چکا ہے، انقلابی صدائیں خاموش ہوگئیں، بجائے اس کے کہ انقلابی پیغام کومزید لوگوں تک ابلاغ کرتے اور آئندہ نسل کو منتقل کرتے، افسوس تم نے فراموشی کے سپرد کردیا، اور مال ومتاع اور دنیوی امکانات کو ہی مقصد قرار دے دیا۔

اوراس کا نتیجہ جیسے کہ حکمت فاطمی میں آیا ہے، جو کچھ حاصل کیا اور تمھارے اندر شامل ہو چکا تھا اور تم نے اسے سمجھ بوجھ کر قبول کیا تھا، اب اس سے بیگانہ ہو گئے، اصول ویقین کو ایک طرف کردیا، اور سرمایہ اندوزی اور راحت طلبی کی طرف چل پڑے۔

اب مناسب ہے کہ اپنے ملک کے جوانوں سے بات کریں کہ مغربی انسان

۱۔نہج الحیاۃ ۱۱۸/

دشمن استکبار نے ، ہمارے انقلاب سے جو خسارہ برداشت کیا اس کا ازالہ اب اُن کے لئے ممکن نہیں، اُنھوں نے اپنے منافع کو اپنے ہاتھ سے کھو دیا مگر اب بھی ایسے گروہ موجود ہیں جو جوانوں کو شہوت پرستی، آرام وآسائش طلبی اور آوارگی کی جانب موڑ کر اُن سے فداکاری، محنت طلبی اور سادہ زندگی کو چھین لینا چاہتے ہیں تا کہ دوبارہ استحصالی نظام اور سلطہ طلبی اس ملک میں داخل ہو سکے اور اِس راہ سے اپنے منافع حاصل کر سکیں۔

اس وجہ سے فاطمی مسلک اور علوی سانچے میں ڈھلے، افراد کے لئے ضروری ہے کہ اُن کی گمراہ کن تبلیغات اور دیگر ذرائع سے دُور رہیں اور ظاہری کشش کی چیزوں سے مرعوب نہ ہوں بلکہ دیکھیں کہ اس کے پیچھے کتنی زہر اور گھناؤنی سازشیں کارفرما ہیں۔

دُنیا کی تاریخ سے یہ ثابت ہو چکا ہے اور سماجی ماہرین نے اس کو قبول کیا ہے کہ کم تعداد ملتوں نے زحمت کشی وسادہ زندگی اور فداکاری کی عادت کو اپنایا تو وہ ہر خطرے سے نمٹنے کے لئے آمادہ رہتے تھے اور موت سے بے خوف ہو چکے تھے اُنھوں نے برتر قوتوں پر غلبہ حاصل کیا اور فتح یاب ہوئے۔

اور وہ ملتیں جو آرام وآسائش طلب تھیں اور موت سے ڈرتی تھیں وہ ہمیشہ ذلیل خوار رہی ہیں اور چھوٹے سے گروہ کے حملے سے بھی شکست کھا گئیں۔

۳۴۔اندرونی ونفسی عدالت

حضرت فاطمہ علیہا السلام:... و أسألُکَ خَشیَتکَ فی الغَیبِ و الشَّھادۃِ و العَدلَ فی الغَضَبِ و الرِضیٰ...(۱)

خداوندا! تجھ سے سوال کرتی ہوں کہ ظاہر و باطن میں مجھے صرف تیرا ہی خوف رہے شادمانی وغم، ہر حالت میں عدالت پر قائم رہوں۔

انسان کے اندر یعنی ذات میں داخل عدالت کا احساس ہوتا ہے یعنی وہ سمجھتا ہے کہ کس شئ کو کہاں رکھے اگر اس اندرونی صفت کو برقرار رکھنے میں کامیاب ہو جائے اور نفع ونقصان کی پرواہ کئے بغیر عدالت پر کاربند رہے، جب اور جہاں بھی حق وانصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے تو پھر وہ اجتماعی عدالت کے قیام کی بھی کوشش کرسکتا ہے اور ایسے اصول وقوانین بنائے جاسکتے ہیں جن پر عملدر آمد کر کے ظلم وجبر واستبداد سے چھٹکارا حاصل ہو سکے۔

یہ سب کام خود انسان ہی کو انجام دینے ہیں اور ہر فرد خود اپنی ذہنی تربیت اس طرح کرلے کیونکہ افراد کا مجموعہ ہی تو سماج یا معاشرہ ہوتا ہے اور یہ ایسا اصول

۱۔الصحیفۃ الفاطمیۃ الجامعۃ /۵٦

ہے کہ جس کا منکر ہونا ممکن نہیں ۔تو پھر اجتماعی طور پر ایسا سماج تشکیل پائے گا جس میں ہر فرد نمونہ ہوگا۔اسی لئے تمام خوبیوں کا مرکز عدل اور خرابیوں کی جڑ ظلم وستم کو قرار دیا گیا۔

جناب سیدّہ عالمیان اپنی ایک دُعا میں یہ گراں قیمت جملہ ارشاد فرماتی ہیں: انسان خود اپنی ذات میں صفت عدالت کو جاگزیں کر لے اور ہر حال میں عدالت پر برقرار رہے تو زندگی کے نشیب وفراز بھی اس پر اثر انداز نہیں ہوں گے۔

وہ افراد یا گروہ جو اپنے مفاد ومنفعت کو ترجیح دیتے ہیں اوراس کی خاطر غلط اور صحیح سب کچھ کر گذرنے پر تیار ہیں ۔ دوسرے کا حق غصب کرنے ، زور و زبردستی کرنے کو کسی نہ کسی جواز کے ذریعے ٹھیک قرار دے لیتے ہیں اور اگر اُنہیں مقام یا منصب ملے تو عدالت کے قیام کی بات کرتے ہیں تو یہ محض خام خیالی، دھوکہ اور فریب ہے اور عملاً یہ کبھی ایسا نظام نافذ نہیں ہونے دیں گے۔

یہی نکتہ اور موضوع جناب سیدہ نے ،حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے الہامی کلام سے بیان فرمایا ہے،۔۔۔ **أوْصانِی ربّی بِتَسْع ...و العدلَ فی الرِّضیٰ و الغَضَب**(۱)

۱۔الحیاۃ ۵۰۶/۶

میرے پروردگار نے نو چیزوں کے بارے میں مجھے نصیحت کی ہے:۔۔۔اُن میں سے اہم عدالت کا اجراء ہے، خواہ صورت حال کیسی بھی ہو۔

اس بارے میں امام علی علیہ السلام نے فرمایا: اگر حکومت کے اہلکار چاہتے ہیں کہ حق و انصاف کا بول بالا ہو تو سب سے پہلے عدالت کو خود اپنے اندر پیدا کریں۔

حضرت علی علیہ السلام نے اُن بندوں کی توصیف میں جن کو خداوند پسند کرتا ہے فرمایا: وہ لوگ قانون عدالت کو اپنے اُوپر طاری و نافذ کر لیتے ہیں اور ہوائے نفس کی مخالفت کرتے ہیں(۱)

عدل وانصاف کے قیام کو برقرار رکھنے والی ہر حکومت کو یہ مشکل درپیش رہی ہے کہ ایسے افراد تلاش کریں جو خود عادلانہ نظام پر عامل ہوں، ورنہ جو بھی کوشش کریں، حق و عدالت کا قیام نہیں ہوگا۔

امام علی علیہ السلام نے بھی اسی نکتے کی جانب متوجہ کیا ہے، کہ عادل حکمران بھی ایسے افراد کی تلاش میں سرگرداں اور پریشان رہے ہیں۔

ایسے لوگوں کو منصب قضاوت پر جگہ دینا جو خود عدالت کے جذبہ سے خالی ہیں کبھی معاشرے میں قیام عدالت کے لئے مفید ثابت نہیں ہوں گے اور نتیجہ یہ کہ

۱۔ نہج البلاغہ/ ۲۱۱

اُن کے ہاتھوں بے چارہ حاکم اعلیٰ ہمیشہ پریشان ہی رہے گا۔ایک کی جگہ دوسرے کومقرر کرے گا مگر وہ بھی جانے والے کے ہی نقش قدم پر چلے گا۔

ہمارا آج کا معاشرہ اِسی آفت سے دُوچار ہے۔ بہت سے افراد اس دعویٰ کے ساتھ مقام ومنصب حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ وہ سماجی انصاف وعدالت کے قیام میں ممد ومعاون ہوں گے اور خودکرسی کے لئے ہر جائز و ناجائز، اخلاقی یا غیر اخلاقی کام سے گریزنہیں کرتے۔ وہ صرف باتیں کرسکتے ہیں عمل نہیں؟

۳۵۔ دوسروں سے ہمدردی

حضرت فاطمہ علیہا السلام، فاطمہ صغریٰ بنت امام حسینؑ: نے روایت کی اپنے والد بزرگوار سے اور اُنھوں نے اپنے بھائی امام حسن علیہ السلام سے اور وہ روایت کرتے ہیں: **رَأیتُ اُمِّی فاطمةَ قامَتْ فی مِحرابِها لَیلةَ جُمُعَتِها فَلم تَزَلْ راکِعَةً ساجِدةً حتّی اتَّضَحَ عَمودُ الصُّبح و سَمِعتُها تَدعُو لِلمؤمِنین والمُؤمنات و تُسَمِّیهم و تُکْثِر الدُّعاءَ لهم ولا تَدعُو لِنَفْسِها بِشیءٍ...(۱)**

۔۔۔امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: میں نے اپنی والدہ کو دیکھا کہ محراب عبادت میں شب جمعہ، اول شب سے لیکر سپیدہ سحر تک رکوع وسجود میں مصروف رہیں اور مومنین ومومنات کیلئے دعائیں کرتی رہیں اور اپنے لئے کوئی چیز بھی طلب نہ کی۔۔۔

اگر دیکھا جائے کہ وہ کون سا جوہر ہے جو انسان سے مخصوص ہے تو دو صفتیں

ا۔ بحارالانوار ۸۲/۴۳

میں ایک عقل اور دوسرے محبت (یہ دو نہ ہوں تو پھر انسان ہی نہیں ہے) محبت چاہت، انس بہت عظیم جذبہ ہے اور اسی پر انسانیت کی تعمیر ہوتی ہے۔ دوسرے کے لئے ہمدردی، ایثار، فداکاری وخدمت سب محبت ہی کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔

ایک دوسرے سے الفت چاہت، عشق، دوستی اور قربت، یہ قلبی کیفیت ہے جو جذبہ محبت کے بغیر ممکن نہیں۔ یہ دل ومحبت کے جذبات کی روشنی ہے جس کی چمک ہر جگہ ہے۔۔۔(۱)

بشریت کے سچّے رہبر، انسانوں سے عشق رکھتے ہیں اور اُن کے درد و رنج میں شریک رہتے ہیں اور ہمیشہ اُن کے ساتھ زندگی کرتے ہیں، لوگوں کو تاریکیوں میں راستہ دکھانے کے لئے شمع کی مانند جلتے رہتے ہیں۔

امام علی علیہ السلام: مجھے خبر ملی ہے کہ اُن (لشکر معاویہ۔۔) کے فوجی نے کسی مسلمان یا ذمّی عورت سے اُس کے کچھ زیورات زبردستی چھین لئے ہیں اور کوئی بھی اس ظلم کو روکنے کے لئے آگے نہیں بڑھا، وہ روتی پیٹتی رہ گئی اگر کوئی مسلمان اس حادثے کو سن کر، جان کھو بیٹھے تو یہ ممکن ہے بلکہ واقعاً ایسا ہی ہونا چاہیے (۲)

اللہ والے تو بدکرداروں اور گناھگاروں پر بھی نظر لطف وکرم رکھتے ہیں اور

۱۔الحیاۃ ۳۹۱/۸

۲۔نہج البلاغہ ۹۵/

ان کے لئے ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ اُن کا دل کڑھتا ہے کہ یہ کیوں ایسے ہیں تو اُن کی ہدایت کی کوشش کرتے ہیں۔

حضرت فاطمہ علیہا السلام: اَللّٰھُمَّ اِنّی اَسأَلُکَ بِمحمّدٍ المصطفٰی و شَوقِهِ اِلیّ و بِعَلیٍّ المرتضٰی و حُزنِه عَلَیّ و بالحسنِ المُجتبیٰ و بُکائه عَلَیّ و بالحسینِ الشَّهیدِ و کآبَتِه عَلَیّ ...أن تَرحَم و تَغفِرَ لِلعُصاةِ مِن اُمَّةِ محمّد و تُد خِلَهم الجَنّة اِنّک أرحمُ الراحِمین (۱)

حضرت فاطمہ علیہا السلام ایسے ہی لوگوں کے لئے بارگاہ احدیت میں دست بدعا ہیں: یا اللہ! بحق محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اُس اشتیاق کا جو مجھ سے رکھتے تھے، بحق علیؑ مرتضیٰ اور اُس غم کا جو میرے لئے رکھتے تھے، بحق حسنؑ مجتبیٰ اور اُس گریہ کا جو مجھ پر کیا، بحق حسینؑ شہید اور اُس غم کا جو میری بنا پر تھا، تجھ سے سوال کرتی ہوں کہ اُمت محمدؐ کے گناہ گاروں پر رحم فرما اور اُن کو بخش دے اور بہشت میں داخل کر دے کہ تو ہر ایک سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

امام سجاد علیہ السلام اپنی دُعا میں اس طرح کہتے ہیں:

یا اللہ! مجھے توفیق دے کہ جو بھی مجھ سے بدرفتاری سے پیش آتا ہے میں اُس

۱۔ صحیفہ فاطمیہ / ۷۷

کے ساتھ نیکی سے پیش آؤں اور دردمندوں کے ساتھ احساس مہربانی سے پیش آؤں اور اُن کی غیر موجودگی میں اپنے دل میں اُن کی دوستی رکھوں اور خیر خواہی کی بنا پر، اُن کی نعمتوں کے پائیدار رہنے کا خواہشمند رہوں۔۔۔(۱)

ا۔صحیفہ سجادیہ /دعائے ۲۶

۳۶۔زیارت مقابر شہداء

حضرت فاطمہ علیہا السلام: بہ روایت امام صادق علیہ السلام: اِنّ فاطمةَ کانت تأتِی قُبورَ الشُّهداءِ فی کلِّ غداةِ سَبتٍ فتأتِی قبرَ حَمزة و تَترحَّمُ عَلَیه و تَستَغفِر لَه(۱)

حضرت فاطمہ علیہا السلام ہفتہ کے دن صبح کے وقت شہداء کی قبروں پر تشریف لے جاتیں، حضرت حمزہ کی قبر پر آتیں اور اُن کے لئے طلب رحمت اور مغفرت کرتیں۔

شہداء اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتے ہیں جس سے زیادہ قیمتی کوئی شے نہیں اور اس طرح وہ معنوی ترقی کے اعلیٰ ترین مدارج پر فائز ہو جاتے ہیں۔ شہید بے مثل فداکاری کرتے ہیں اور یادگار پیغام چھوڑ جاتے ہیں، وہ ہے جذبہ شہادت۔ بلا شک وشبہ شہداء بہت عقل منداور ہوشیار انسان ہیں، زندگی جیسی عظیم چیز کو بلند و بالا اور گران بہا قیمت پر فروخت کرتے ہیں

۱۔بحارالانوار ۹۰/۴۳

اور ہمیشہ رہنے والا ذخیرہ جمع کر لیتے ہیں۔اوراس طرح دوسروں کو پیغام دے کر انمٹ حروف کوتاریخ کے صفات پررقم کرادیتے ہیں اوراپنی علامتوں کو پائیدار بنا جاتے ہیں اور آئندہ والوں کے لئے باقی چھوڑ جاتے ہیں۔

شہداء کا پیغام شہادت ہے جو آنے والی نسلوں کے لئے باقی رہے،اور ہدف ومقصد کے حصول کے لئے اُن کے جذبہ قربانی کومہمیز کرتا رہے، خاص طور سے جوان،اس جذبے کواپنے اندر پیدا کریں۔

شہداء کی یاد باقی رکھنے اوراُن سے درس شہادت لینے کا ایک اہم وسیلہ،اُن کے مزاروں کی زیارت کرنا ہے،اور یہ ضروری ہے کہ معاشرے کے تمام افراد، اُسے زندگی کے دوسرے مشاغل کے ساتھ جاری وساری رکھیں۔ کچھ اور بھی ایسے کام ہیں جنہیں انجام دے کرشہداء کی یاد باقی رکھی جاسکتی ہے۔اُن میں سے بعض کی طرف ہم اشارہ کرتے ہیں:

۱۔شہداء کی معرفت کرانا،اوراُن کی خصوصیات اورفداکاریوں کا ذکر کرنا۔

۲۔اُن کی یاد میں مجالس اورمحافل کا انعقاد کرنا،جس میں دشمن کے مقابل اُن کی فداکاریوں اور جانبازی کردار کا تذکرہ کرنا۔

۳۔اُن کے وصیت ناموں کو کتابوں اور رسائل میں شائع کرنا(وصیت کے اہم حصوں کواُن کے اصول اور فکر ونظر کے ساتھ)

۴۔ اُن کے دوستوں اور ساتھیوں سے ان کے بارے میں اہم واقعات اور اُن کے اخلاق و گفتار کو بھی عوام میں منتشر کیا جائے (اُن کو بھی بہتر سے بہتر انتخاب کر کے)

۵۔ اہم مقامات کے نام، شہداء کے نام سے رکھنا، سب سے پہلے اُن کے محلّہ اور جائے پیدائش سے شروع ہو۔ اُس کے بعد دیگر جگہوں تک پہنچے۔ جیسے مدارس، اہم سڑکوں اور چوراہوں، باغات، مراکز فرہنگی جیسے ورزش، علمی مراکز.. یہ کام کارپوریشن والے انجام دیتے ہیں اگر چاہیں تو اس بارے میں مفید اقدامات اُٹھائے جاسکتے ہیں۔

۶۔ سب سے اہم تر، شہداء کے شرح حال میں کتابیں لکھی جائیں، کتابیں جو مختصر دلچسپ اور جاذب نظر ہوں اور شہداء کی زندگی کے دو حصّوں کو زیادہ اُجاگر کیا جائے:

آ۔ اُن کی شخصی، خصوصی عادتیں اور خصوصیات۔

ب۔ فداکاری، کردارِ جانبازی اور کس طرح شہید ہوئے۔

۷۔ شہداء کے مزار پر خاص دنوں میں پروگرام منعقد کئے جائیں مگر اُس کے لئے ٹھیک طرح اعلانات ہوں تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اُس میں شریک ہوں۔

۸۔ مدارس کو، بالخصوص پرائمری اور ہائی سکولوں کے طلباء کو شھداء کے مزار پر

لے کر جائیں۔

اساتذہ اور تربیت کرنے والے، دوسرے حضرات کو مختصراً اُن مجاہدانِ راہ خدا کی جانبازی کو، اپنے شاگردوں کو بتائیں تا کہ مبارزہ، جانبازی و شہادت کے شجاعانہ انداز اُن کے تازہ ذہنوں میں خوب جگہ بنالیں اور نسل آئندہ اُن حقائق سے آشنا ہو جائے۔

جیسے کہ جعفرؑ بن ابیطالب کی شہادت کے بارے میں تاریخ میں ہے کہ جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کے گھر میں گئے اور شہادت کی خبر دی، تو اسماء زوجہ جعفر نے کہا: یا رسولؐ اللہ! اگر لوگوں کو جمع کریں اور اُن کے سامنے جعفرؑ کی شہادت اور فضیلت بیان فرمائیں تو یہ تذکرہ باقی رہے گا۔ پیامبرؐ اکرم نے (اُن کے مشورہ کو پسند کیا) اور اُن کی فراست وبصیرت سے خوش ہوئے (۱)

لہذا وہ تمام روایات جو شہداء اور بالخصوص سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے بارے میں ہیں۔ زیارت شہداء و زیارت امام حسینؑ کی جو فضیلت اور ثواب کا تذکرہ ہے اُسے مسلسل بیان کیا جائے، اِس لئے کہ یہ حیات بخش ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نیکی سے بلند تر نیکی وجود رکھتی

۱۔ بحارالانوار ۸۳/۷۹

ہے۔ البتہ سب سے عظیم نیکی یہ ہے کہ راہ خدا میں قتل ہونے سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں ہے(۱)

۱۔ کافی ۳۴۸/۲

۳۷۔ حسن کلام

حضرت فاطمه علیها السلام: جائَتْ فاطمةُ تَشْکُو اِلی رسولِ اللّٰـهِ بَعضَ أمرِها... فأعطاها رسولُ اللّٰهِ کَرِیسَةً و قال: تَعلَّمِی ما فیها فـاِذا فیها : مَن کان یُؤمِنُ بِاللّٰهِ و الیومِ الآخِرِ فَلْیَقُلْ خیراً أو لِیَسْکُتْ... (۱)

حضرت فاطمہ علیہا السلام: پیغمبرؐ اکرم کے پاس تشریف لائیں اور بعض کاموں کا شکوہ کیا۔۔۔پیغمبرؐ اکرم نے اُن کو ایک تحریر دی اور فرمایا: اُس میں جو کچھ ہے اُسے یاد کرلو، اُن میں یہ نصیحت بھی موجود تھی ۔۔۔ جو بھی خدا اور روز آخرت پر یقین رکھتا ہو تو وہ اچھی اور نیکی والی باتیں کرے ورنہ خاموش رہے۔

حضرت فاطمه علیها السلام : اِنّ اللّٰهَ...یُبْغِضُ الفاحِشَ الضَّنِین السائِلَ المَلْحِف. اِنّ الحَیاءَ مِن الایمانُ و الایمانُ فی الجنَّة و اِنّ الفُحشَ مِن البَذاء، و البَذاءُ فی النار (۲)

۱۔کافی ۲/۶۶۷

۲۔مسند فاطمۃ الزہرا /۵۸۶

بے شک اللہ تعالیٰ بدزبان، کنجوس (تنگ نظر) اور ہٹ دھرم وضدی سوال کرنے والے کو دشمن رکھتا ہے۔ حیاء، ایمان سے ہے اور ایمان والا جنت کا راہی ہے۔ بدزبان اور گالم گلوچ کرنے والا دوزخ میں ہے۔

جب بھی کوئی شخص کلام کرتا ہے تو اُس کی ذہنیت، طرز فکر، ماحول، تہذیب غرض کہ اس کی شخصیت کے بہت سے پہلو ظاہر ہو جاتے ہیں، جب تک وہ خاموش ہے اس کے ہنر اور عیب سب چھپے ہوئے ہیں۔

امام علی علیہ السلام نے فرمایا "صُورةُ الرجُلِ فی مَنطقِهِ"(۱)

انسان کا (واقعی) چہرہ اُس کے کلام کرنے سے آشکار ہوتا ہے۔

قرآن کریم نے گفتار نیک کا حکم دیا ہے۔ و قُولُوا لِلنَّاسِ حُسناً...(۲)

اور لوگوں سے اچھے انداز سے کلام کریں۔۔۔

منطقی اور معیاری کلام کرنے کے بارے میں قرآن مجید میں بھی ذکر ہے بیہودہ گوئی اور غیر منطقی اور ہوائی باتوں کو مردُود، شمار کیا گیا ہے۔

و قُولُوا قَولاً سَدِیُداً...(۳)

لوگوں سے متانت اور سنجیدگی سے گفتگو کرو۔

۱۔ میزان الحکمۃ ۵۲۳۸/۱۱

۲۔ سورہ بقرہ ۸۳/۲

۳۔ سورہ احزاب ۷۰/۳۳

بات کرنے سے پہلے غور کرنا اور لفظوں کو تول لینا، فضول اور بے جا گفتگو سے باز رکھتا ہے اور ایسا شخص بدزبانی، فحش گوئی اور گالم گلوچ بھی نہیں کرتا۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: اے ہمارے شیعوں! لوگوں کے درمیان ہمارے لئے مایہ زینت بنو، ننگ و عار نہ بنو۔ لوگوں کے ساتھ نیکی اور اچھائی کی مفید باتیں کرو۔ اپنی زبان کی محافظت کرو اور اُس کو فضول گوئی اور بُری باتوں سے روکو(۱)

اچھی گفتگو خود انسان کی شخصیت کو ظاہر کر دیتی ہے۔ عاقل و باشعور انسان سنجیدہ اور خوش گفتار، منطقی کلام والوں سے تربیت حاصل کرتا ہے کیونکہ یہ ہر طرح کی بدزبانی اور ہرزہ گوئی سے پرہیز کرتے ہیں۔

لوگ اُن کا اَدب و احترام کرتے ہیں لہذا اسی معیار کو مدّ نظر رکھنا چاہیے تاکہ جب ہم کلام کریں تو دوسرے بھی اِس کسوٹی پر ہمیں پرکھ کر ہمارے بارے میں بھی اچھی رائے قائم کریں۔

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: وہ باتیں جو تم خود اپنے لئے سننا پسند کرتے ہو وہی دوسروں کے بارے میں بھی کہو(۲)

۱۔امالی صدوق ۳۲۷/

۲۔کافی ۱۶۵/۲

۳۸۔میانہ روی

حضرت فاطمہ علیہا السلام :...و أسْألُکَ القَصدَ فی الفَقرِ و الغِنیٰ...(۱)

خداوند تجھ سے سوال کرتی ہوں کہ خوشحالی وتنگدستی میں مجھے میانہ روی اختیار کرنے کی توفیق دے۔

معاشرے کے ہر طبقے کے لئے میانہ روی اختیار کرنا،مختلف جہات سے فائدہ منداور بہتر ہے۔

ا۔جسم اورروح کی سلامتی اوراعتدال کے لئے میانہ روی ضروری ہے افراط وتفریط بیماریوں کا سبب بنتے ہیں۔زیادہ کھانا،بغیر بھوک کے کھانا اوراسی طرح روح کے لئے نامناسب غذا یہ سب اعتدال سے منحرف کرتی ہیں۔اس لئے ضروری ہے کہ جسم اور روح کی غذادونوں مواقع پر میانہ روی اختیار کی جائے تاکہ جسم وروح سلامت رہے ۔ انسان کی سلامتی تن وروح اورعقل،حدمیانہ

ا۔صحیفہ جامعہ فاطمیہ ۵۶/

مصرف میں پوشیدہ ہے۔

امام رضا علیہ السلام: اگر لوگ اپنی خوراک میں میانہ روی اختیار کر لیں تو اُن کے بدن پائیدار و سالم رہیں گے (۱)

۲۔ وسائل محدود ہیں اور استعمال کرنے والوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے خواہ زمینی پیداوار ہو یا صنعتی سب ہی جگہ رسد کی کمی واقع ہو رہی ہے لہذا اگر سب میانہ روی اختیار کریں تو یہ اوروں کے لئے حیات بخش ہوگی۔

کیونکہ زمین میں جو خزانے ہیں وہ صرف آج کی نسل کے لئے نہیں بلکہ آئندہ آنے والوں کے لئے بھی ہیں۔ انسانوں کو اس میں مصرف کرنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ وہ بھی اس زمین سے اپنے حصّے کو حاصل کریں اور اُنہیں یہ بانجھ نہ ملے نہ ہی خالی دامن ہو کہ سب کچھ اِس میں سے نکال لیا گیا ہو۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر زمانے کے لوگ اس میں سے اپنا حصّہ لے لیں اور اسراف نہ کریں۔

۳۔ آج معاشیات و اقتصادیات بہت اہم ہیں اور وہی قومیں ترقی کر رہی ہیں جن کی اقتصادی حالت بہتر ہے۔ لہذا پیداوار میں اضافہ بھی وقت کی اہم ضرورت ہے۔

۱۔ الحیاۃ ۲۱۵/۴

اگر سب لوگ اپنے روز مرّہ کے اخراجات میں میانہ روی اختیار کریں اور کچھ رقم وہاں صرف کریں جس سے پیداواری صلاحیتوں میں اضافہ ہو سکے تو ملکی سطح پر اقتصادی دباؤ میں کمی آجائے اور دوسرے ملکوں سے کسی بھی صورت میں قرضہ نہ لینا پڑے جس کی وجہ سے مختلف مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

کچھ لوگ کھانے، لباس اور دوسرے وسائل تعیش پر بہت رقم خرچ کرتے ہیں اگر اضافی آمدنی کو ملک کی ترقی کے اداروں میں لگایا جائے تو اس کے فوائد عوام کو حاصل ہوں گے اور تعلیم، صحت اور دفاعی طور پر بھی ملک مضبوط ہوگا۔

اس بنا پر یہ اصلی، عقلی اور دینی مسئلہ ہے۔قرآنی آیات واحادیث حتی دعاؤں میں اس موضوع کا ذکر ہوا ہے اور مختلف انداز سے اس بارے میں تاکید کی گئی ہے۔حتی حقیر اور معمولی چیزوں کہ جس کی ظاہراً کوئی اہمیت نہیں، اس کو بھی لازم جانا گیا ہے۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: بلاتردید میانہ روی خداپسندانہ عمل ہے جبکہ اسراف غضب الٰہی کا باعث ہے حتی کھجور کی گٹھلی کو بھی ضائع نہ کرنا چاہیے، (یا پھلوں کے بیج) کیونکہ یہ بھی کسی کے لئے فائدہ مند ہیں وحتی صاف پانی (ظرف میں باقی) رہ گیا اُسے بھی ضائع نہیں کرنا چاہیے(۱)

۱۔کافی ۵۲/۴؛ وسائل الشیعہ ۲۵۷/۱۵

ہماری قوم کے لئے لازمی ہے کہ دو راستوں میں سے ایک راستہ اپنے لئے منتخب کرے یا تو خلاف مرضی الٰہی اور مملکت، جو گناہ کبیرہ بھی ہے اور یا میانہ روی کی عادت ڈالے اور اُس کے نتیجہ میں رضائے خداوند حاصل کرے اور آخرت کے سخت عذاب سے رہائی حاصل کرے اور مواد و معادن بھی ختم ہونے سے محفوظ رہیں اور مستقبل کی نسلیں ان سے بہرہ مند ہوسکیں اور دوسری قوموں کے آگے غیرت قومی بیچ کر ہاتھ پھیلانے سے بھی نجات مل جائے، بصورت دیگر اگر یہی صورت حال جو آج ہے جاری رہی تو ملک اور معاشرے کی جڑیں کھوکھلی ہوتی جائیں گی کیونکہ دوسری قوموں کے قرضوں تلے دبے جا رہے ہیں اور تباہی و بربادی کے دہانے پر پہنچ چکے ہیں، آنے والی نسلیں ہم سے نفرت کریں گی۔ اُنہیں زمینیں بانجھ ملیں گی۔ پانی کا قحط ہوگا۔ جنگلی اور قدرتی سرسبز زمین بنجر ہو چکی ہوں گی اور دیگر معادن و منابع جیسے تیل، گیس ...سب بھسم ہو چکے ہوں گے؟

لیکن ابھی وقت ہے کہ ہم صحیح راہ منتخب کرلیں۔ اللہ تعالیٰ اور انسانوں کے حقوق کو مدّنظر رکھیں اور سب ایک دوسرے کو میانہ روی کی دعوت دیں۔ حتی کہ دسترخوان پر ہر طرح کی غذاؤں کی نمائش اور اسراف نہ کریں بلکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں تاکہ مقام رضائے خدا پر پہنچ جائیں، اقتصاد کو ترقی دینے

کی بھر پور کوشش کریں اور اپنے ملک کو غیر مما لک کے بازار سے رہائی دلائیں خاص طور سے مغربی مما لک کے استحصالی قرضوں اور سامان آرائش وغیرہ سے چھٹکارا حاصل کرلیں۔قوم کے ذہن کی ایسی تربیت ہو جائے اور اسلامی اور ایرانی خودداری بیدار ہو جائے کہ غیر ملکی چیزیں سامنے ہوں مگر ملکی اشیاء کو ترجیح دیں۔

اور یہ راستہ ہے اسلام،قرآن اور خاتون دو جہان حضرت فاطمہ علیہا السلام کا،جس میں سب کی فلاح ہے۔

۳۹۔ یاد موت

حضرت فاطمہ علیہا السلام: تَفکَّرتُ فی حالی و أمرِی عندَ ذهابِ عمری و نزُولی فی قبرِی فَشَبَّهتُ دُخولی فی فراشی بِمَنزلی کَدُخُولی اِلی لَحدی و قَبْری فَأنْشِدُکَ اللّٰهُ اِن قُمتَ اِلی الصَّلاة فَنعبدُ اللّٰهَ تعالٰی هذِه اللّیلَة(۱)

میں نے اپنے حال پر غور کیا تو دیکھا کہ بالآخر ایک دن یہ زندگی ختم ہونے والی ہے اور جیسے اِس گھر میں قدم رکھا تھا ایسے ہی ایک قبر میں داخل ہو جاؤں گی پس آج کا دن غنیمت جانو اور عبادت الٰہی میں گذار دو۔

یہ بلند مرتبہ اور پُر مغز کلام عقل کو متحیّر کر دینے والا ہے اور عام عقلیں اس کے تہہ در تہہ مفہوم کا درک نہیں کر سکتیں۔

جب جناب سیدہؑ دلہن بن کر حضرت علیؑ کے گھر تشریف لائیں تو نئی زندگی کے آغاز پر اُس دن کے بارے میں فکر مند ہیں جس دن سے کسی کو مفر نہیں ہے

۱۔ نہج الحیاۃ /۳۳

اور عبادت الٰہی میں رات گذار دیتی ہیں۔

نفسانی خواہشات کے بے لگام گھوڑے کو قابو کرنے کے لئے، واحد نسخہ یاد موت ہے۔

اسی لئے علمائے اخلاق اور تربیت نفس کے ماہرین نے شخصیت سازی کے لئے موت کی یاد کو ایک مؤثر عامل قرار دیا ہے۔

قرآن مجید اور احادیث معصومین علیہم السلام میں بھی اِس موضوع کو بہت اہمیت دی ہے اور لوگوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ جلدی گذرنے والی، ناپائیدار اور حباب کی مانند اِس دُنیا کے بارے میں بہت سنجیدگی سے غور کریں کہ زندگی کے آخری لمحات کف افسوس ملنے اور رنج وغم کی حالت میں نہ گذریں کہ پھر فرصت نہیں ہے۔ غفلت اور لا پرواہی سے وقت تلف نہ کریں اور آنے والے دنوں کی فکر اور تیاری کریں، خوب غور کریں کہ آئندہ کے لئے کیا تیاری کی جارہی ہے اور اس کے لئے موت کو ہمیشہ یاد رکھیں۔

انسانوں کو ہمیشہ اس بات پر نظر رکھنی چاہیے، انسانی تاریخ گواہی دے رہی ہے کہ کیسے کیسے حکمران، فاتح، ثروتمند اور زمیندار جن کے ایک اشارے پر لوگ چلتے تھے، آج اُن کا نام ونشان نہیں ہے اور دُنیا کا سلسلہ جاری وساری ہے۔ دُنیا نصیحت لینے والوں کے لئے بہت سے سبق رکھتی ہے اور اس میں داستانوں کے

انبار لگے ہوئے ہیں۔اب تو خاص طور سے کہیں زلزلے،کہیں طوفان آتے ہیں اور زندگی کے بارونق آثار لمحوں میں آنکھوں سے اوجھل ہوجاتے ہیں۔

جوکوئی اگر اپنے ہی زمانے پر ذرا غور وفکر کرے،تو اُس نے اِس طرح کے بہت سے واضح نمونے اپنی آنکھوں سے دیکھیں ہوں گے،اُن سے غفلت اور لا پرواہی نہ برتے تو زندگی روز درس دے رہی ہے، بہت سے سرمایہ دار اور لذت طلب اور متکبر،موت کی جانب تیزی سے رواں دواں ہیں اور اپنی زندگی کے آخری لحظات میں ہر طرح کی لذت و آرام کو اپنے ہاتھ سے دے دیتے ہیں۔اور حسرت ناپذیر اور دردناک طریقہ سے اپنی آنکھیں اِس جہاں سے بند کر لیتے ہیں اور قبر کی تاریکی میں سوجاتے ہیں۔

یہ مناظر ہر دن اور ہر گھڑی ہماری آنکھوں کے سامنے عبرت کے مرقع پیش کرر ہے ہیں اور دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ پیش کرر ہے ہیں۔

موت کے بارے میں صحیفہ سجادیہ کی دعا نمبر چالیس میں ،جس طرح وضاحت سے بیان کیا گیا ہے،حقیقت یہ ہے کہ بیدار کرنی والی اور لرزانے والی دُعا ہے۔اور انسانی آنکھوں سے غفلت کے ہٹا دینے کے لئے اس میں قیمتی جملے موجود ہیں،اُن عوامل کا ذکر کیا گیا ہے جن سے موت یاد رہتی ہے جیسے:

یاالٰہی !محمدؐ وآل محمدؐ پر درود بھیج اور ہمیں لمبی آرزوؤں سے محفوظ رکھ۔اور ایسے

اعمال کی توفیق عطا کردے کہ ہم محض خواہشات کی دنیا میں گم ہو کر اپنے لمحات اور دن ضائع کردیں۔

اور ہمیں آرزوؤں کے فریب سے سالم، اور اُس کی بُرائیوں سے امان دے اور موت کو ہمیشہ ہماری آنکھوں کے روبرو قرار دے۔ اور کسی بھی وقت موت کو فراموش نہ کریں(۱)

ہمارا فریضہ ہے، اُن دعاؤں اور نہج البلاغہ کے خطبات کا عمیق مطالعہ کریں عبرتوں اور نصائح سے انسان، انجام کے بارے میں غور و فکر کرے اور موت کے بعد کی زندگی کو ہمیشہ اپنی نگاہوں میں رکھیں۔

انسان موت کو یاد رکھے تو ہر طرح کی اخلاقی بُرائیوں سے دُور ہو جائے گا، دولت کا نشہ، ذات کا غرور، مقام و منصب کا اکڑ، ان تمام خرابیوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے ہمارے پاس خطبات امیر المؤمنینؑ اور سید سجّادؑ کی دعاؤں کا ذخیرہ موجود ہے۔

آج جو ہر سمت جھوٹ، فریب، دغابازی، رشوت، جعل سازی، اقتدار پرستی اور بہت سی معاشرتی خرابیاں ہیں۔ یہ سب دین سے غفلت اور دُنیاداری میں گم ہو جانے کا نتیجہ ہے۔

۱۔ صحیفہ سجادیہ، ۲۶۰/دعائے ۴۰

۴۰۔امام مہدیؑ اور قیام عدالت

حضرت فاطمہ علیہا السلام: سلمان كنتُ جالِساً بَين يَدىٰ رسُولِ اللّٰهِ فى مَرضِه الذى قُبِضَ فيه،فَدخَلتْ فاطمة،فَلمّا رَأتْ رسولَ اللّٰهِ خَنقَتُها العَبْرَةُ حتىٰ جَرَتْ دُ مُوعُها علىٰ خَدَّيها،فقالَ لَها رسولُ اللّٰه! يا بُنَيّةُ ما يُبكِيُكِ؟ قالتْ:يا رسولَ اللّٰه،أخشىٰ علىٰ نَفْسِى و وُلْدِىَ الضَّيْعَةَ مِن بَعدِكَ

فقالَ رسولُ اللّٰه و قَد اغْرَوْرَقَتْ عَيناهُ: يا فاطمة أوَماعَلِمتِ أنّا أهلُ بيتٍ اخُتارَ اللّٰه لَنا الآخرةَ علىٰ الدُّنيا ...

يا بُنيَّة،اِنّا أهلُ بيتٍ أعْطانا اللّٰهُ سَبْعَ خِصالٍ و لم يُعطِها أحداً مِن الأوّلينَ و الآخِرينَ غيرَنا... و مِنّا والذى نفسِى بِيَدِه .مَهدىُّ هذه الأُمَّة الذى يَملَأ اللّٰهُ بِهِ الأرضَ قِسْطاً و عَدْلاً كَما مُلِئت ظُلماً وجَوراً...(۱)

۱۔مسند فاطمۃ الزہراء ۱۱۳/ و ۱۱۵

سلمان فارسیؓ کہتے ہیں: میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر تھا وہ مریض تھے اور اِسی حالت میں دُنیا سے کوچ کیا ،ایسے میں حضرت فاطمہ علیہا السلام تشریف لائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حال دیکھ کر آپؑ پر شدید گریہ طاری ہوا۔

اور آنسو آپؑ کے رخساروں پر جاری ہو گئے ،پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: بیٹی کیوں رو رہی ہو؟!

تو آپؑ نے کہا: یارسولؐ اللہ! جو کچھ مجھ پر اور میرے بیٹوں پر آپؐ کے بعد گذرے گا اُس کے بارے میں پریشان ہوں۔ پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں میں اشک بھر آئے اور فرمایا:

اے فاطمہؑ! کیا تم نہیں جانتی ہو کہ ہم وہ خاندان ہیں جن کے لئے اللہ تعالی نے دُنیا سے زیادہ آخرت کو پسند کیا ہے۔ میری بیٹی ! ہم اہل بیتؑ وہ ہیں کہ خداوند نے ہمارے لئے سات خصوصیات کو مخصوص کیا ہے جو کہ اولین وآخرین میں سے کسی اور کے لئے نہیں۔۔۔(از جملہ اُن میں سے) اُس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اِس اُمت کے مہدی ہم میں سے ہیں کہ خداوند اُن کے ہاتھ سے تمام زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا ،جیسے کہ وہ ظلم و جور سے بھری ہو گی۔۔۔

امام زمان عج کا ظہور وہ موضوع ہے جس کا تعلق احیاء اسلام اور قیام عدالت سے ہے جو پوری دنیا کے لئے حیات بخش ہے۔

روز اول سے تمام انبیاء، اوصیاء اور اولیاء اللہ جس مقصد کے لئے تشریف لائے ، وہ ہدف و مقصد، حقیقی معنوں میں اُسی وقت حاصل ہو گا جب امامؑ تشریف لائیں گے۔

جتنا کچھ اس موضوع پر ہر زمانے میں مواد ملتا ہے شاید ہی کسی اور مضمون کے بارے میں ملے۔قرآنی آیات و احادیث پیغمبرؐ اسلام اور آئمہؑ طاہرین کی روایات کثرت سے موجود ہیں جن میں پوری تشریحات وضاحت سے موجود ہیں کہ کس طرح وہ قیام کریں گے اور دُنیا اس سے اَمن وسکون کا گہوارہ بن جائے گی۔

امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں تمام مسلمانوں کی کتب معتبر میں کافی ذخیرہ موجود ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چہیتی بیٹی اور آئمہ علیہم السلام کی والدہ گرامی جناب سیدہ زہرا علیہا السلام نے بھی حضرت مہدی علیہ السلام کے بارے میں گفتگو فرمائی ہے اور اس شخصیت ملکوتی ،اس عدل مجسّم اور نجات دھندہ بشریت کی شناخت کرائی ہے اور اُن کی رہبری کی خصوصیات اور اُن کے طرز

حکمرانی کا ذکر کیا ہے۔حدیث معروف ''لوح'' اور ''مصحف فاطمہؑ'' میں مستقبل کے واقعات کے عنوان کے تحت، حضرت فاطمہ علیہا السلام نے امام مہدی علیہ السلام کے قیام عدل اور دیگر خصوصیات کا بیان کیا ہے۔

الحمد للّٰہ رب العالمین